قال اللہ تعالیٰ

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ

اس آیت شریفہ کی شرح میں

سلسلۂ

حسن الموعظت

کا دوسرا وعظ ملقب بہ

عمل الذرہ

از افادات

حکیم الامۃ جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا الحافظ الحاج القاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدفیوضہم

بفرمائش خادم دربار اشرفی خاکسار محمد فضل اللہ مقیم تھانہ بھون مدرسہ امداد العلوم

منشی رفیق احمد و مولوی شبیر علی کے اہتمام سے

مطبع امداد المطابع تھانہ بھون میں طبع ہوا

حسن الموعظت کا دوسرا وعظ ملقب بہ (عمل الذرہ)

این	متی	کم	کیف	ماذا	لم	من انتفع	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں	کب	کتنا	بیٹھکر یا کھڑے ہوکر	کیا مضمون تھا	کیوں ہوا	کس طبقہ کو نفع ہے	کس نے لکھا	سامعین کی تعداد تخمینا	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۳۸ھ یوم جمعہ	۳ گھنٹہ ۲۵ منٹ	بیٹھکر	خیر و شر اگرچہ قلیل ہوں حقیر نہ سمجھے	بعض معزز مہمانوں کی آمد	عامۃ	محمد عبداللہ عفی عنہ	۱۵۰	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ہادی لہ و نشہد ان سیدنا و مولانا محمدًا عبدہ و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ بارک و سلم۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ - آج باوجود بعض احباب کی درخواست کے ہمتہ بیان کی نہ تھی اس لئے کہ سر میں درد کا اثر تھا مگر بعض اللہ کے بندوں کے خلوص کی عجیب برکت ہوتی ہے کہ اسباب داعیہ بیان کے جمع ہو گئے چنانچہ جمعہ سے قبل چند مہمان آگئے کہ جنکو ٹھہرنے کی مہلت بہت کم تھی - کچھ تو انکا اشتیاق اور کچھ درخواست کنندگان احباب کی خلوص کی برکت جسکا اثر یہ ہوا کہ عین نماز کے اندر اللہ تعالےٰ نے درد میں تخفیف فرمادی جس سے میں سمجھا کہ یہ ایک درجہ میں بیان کی ماموریت من اللہ ہے مگر چونکہ سر میں درد کا اثر اب بھی موجود ہے گو خفیف ہے اسلئے جی چاہا کہ کوئی مختصر آیۃ اختیار کیجاوے اس لئے یہ آیت اختیار کی کہ گو مختصر ہے

لیکن حدیثوں میں اسکی نسبت جامعہ فاذہ آیا ہے کہ اسکی جامعیت سے اختصار کا بھی تدارک ہو جاویگا پس گو بیان مختصر ہوگا لیکن اس اختصار کی تلافی اوسکی جامعیت کر دیگی۔ اس آیۃ کا اجمال کے درجہ میں تو ترجمہ سب سمجھ گئے ہونگے اسلئے کہ مسلمانوں کو بفضلہ تعالیٰ قران سے فطری مناسبت ہے گو عربی نہ پڑھی ہو لیکن قران کا ترجمہ کچھ نہ کچھ سمجھ جاتے ہین یہی وجہ ہے کہ بعض ان پڑھ لوگ بعض مواقع استدلال میں قران کی آیتین پڑھ دیتے ہیں تو گو عوام تمام کلام اللہ کا ترجمہ نہیں سمجھتے لیکن بعض مشہور علی الالسنہ آیات کا ترجمہ اجمالاً سمجھ لیتے ہیں چنانچہ یہ آیات بھی منجملہ اُن ہی آیات کے ہیں جنکو عوام سمجھتے ہیں اب میں اوسکی کچھ تفصیل اور اسکے متعلق بعض اغلاط کا ازالہ کئے دیتا ہوں ارشاد ہے کہ جو شخص ایک ذرہ کی برابر بھلائی کرے وہ اوسکو دیکھ لیگا اور جو شخص ایک ذرہ کی برابر بُرائی کرے وہ بھی اوسکو دیکھ لیگا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن نہ کسیکی خیر اگرچہ وہ ذرا ہی سی ہو ضائع جاوے گی اور نہ کسی کی شر اگرچہ بہت کم ہو غائب ہوگی میں نے خیر کیساتھ ضائع کا لفظ اور شر کے لئے لفظ غائب اسلئے استعمال کیا ہے کہ خیر پر تو اللہ تعالےٰ جزا دینگے اس لئے وہ ضائع نہوگی بخلاف شر کے کہ گو ظاہر ضرور ہوگی اللہ تعالیٰ سے نہین چھپیگی لیکن یہ ضرور نہیں کہ اوسپر ضرور ہی عتاب ہو بلکہ اکثروں کیلئے اُمید یہ ہے کہ فضل و کرم سے معاف فرماویں گے اور بعض کو سزا بھی دینگے لیکن وہ بھی رحمت اور فضل و کرم ہی ہوگا۔ مقبولین پر دُنیا کے مصائب تو فضل و رحمت ہیں ہی کہ اونپر اجر و ثواب ہے چنانچہ اسکو سب جانتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ مقبولین پر آخرۃ میں بھی اگر کوئی کلفت ہوگی تو وہ بھی رحمت ہی ہے اسکو سنکر شاید تعجب ہوا ہوگا لیکن قران سے خود اسکا اثبات ہوتا ہے چنانچہ کفار کے بارہ میں ارشاد ہے لا یکلمهم الله یوم القیمة ولا یزکیهم یعنی اللہ تعالیٰ کفار سے قیامت کے روز نہ کلام فرماوینگے اور نہ اونکو پاک کریں گے مفہوم مخالف تمام علماء کے نزدیک موقع وعید میں معتبر ہے پس معلوم ہوا کہ یہ آیۃ کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور مسلمانوں سے کلام بھی فرماویں گے اور اونکو پاک بھی کریں گے پس عذاب جو ہوگا وہ محض عذاب کی صورۃ ہے حقیقت میں پاک کرنا مقصود ہے گناہوں سے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ دو شخص بادشاہ کی ملاقات کے لئے جاویں ایک نے تو نہا دھو کر پاکیزہ لباس پہنکر عطر لگا کر حاضر ہوکر بادشاہ

مقبولین پر دنیا کے مصائب فضل و رحمت ہیں

سلام عرض کیا بادشاہ نے حکم دیا کہ اِسکو کُرسی پر بٹھلاؤ اور دوسرا شخص بدتمیز بدسلیقہ بے ادب ہے نجاستہ اور چرکین سے آلودہ نہ غسل کیا نہ کپڑے بدلے بدن میں سے بُو آرہی ہے ہر چند اوسکو کہا گیا کہ میاں غسل کر لو کپڑے بدل لو مگر اُس بھلے آدمی نے ایک کی نہ سُنی اور لٹھ کیطرح بھوت سا بنا ہوا آکر بادشاہ کے حضور میں آکھڑا ہوا لیکن چونکہ بادشاہ محبوب ہے بادشاہ کو اُس سے محبت ہے گو اسکو خبر بھی نہیں کہ بادشاہ کو مجھسے محبت ہے ورنہ اگر خبر ہوتی تو ایسی حالتہ میں نہ آتا اِس لئے بادشاہ نے یہ حکم تو نہیں دیا کہ اسکو جیلخانہ لیجاؤ گو یہ مستحق اسی کا تھا اِس لئے کہ اوسنے اجلاسِ شاہی کی حقیقت میں اہانت کی ہے کیونکہ یہ اِس حالت میں اس قابل کہاں ہے کہ یہ دربارِ شاہی میں حاضر ہو مگر چونکہ بادشاہ کو اِس سے محبت بھی ہے اِسلئے بجائے اسکے کہ کُرسی پر اِسکو جگہ دیجائے یا اسکو جیلخانہ بھیجا جاوے اِس کے بیچ بیچ یہ حکم دیا کہ اسکو حمام میں لیجاکر خوب نہلاؤ وہاں شاہی حمامی موجود تھیں اونھوں نے مل دَل کر نہلانا شروع کیا اِن حضرت نے نہانے میں بڑے نخرے کئے اور کہنا شروع کیا ہائے مرا ہائے رے جلا لیکن اونھوں نے اسکی ایک نہ سُنی وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ہے نادان اگر ہمنے ذرا کمی کی تو میلا کچیلا رہیگا اور دربار کے لایق نہوگا ؎

طفل مے لرزد ز نیشِ احتجام	مادرِ مشفق ازاں شد شادکام

دیکھو احتجام یعنی پچھنے لگنا تو سخت چیز ہے بچّوں کی تو جب حجامت بنتی ہے تو وہ کسقدر شور مچاتے ہیں لیکن اونکے شور مچانے سے یہ نہیں کرتے کہ حجامت اونکی نہ بنوائی جاوے مجھکو یاد ہے کہ میں نے بچپن میں بال رکھ لئے تھے ایک ہماری نانی یعنی بڑی چچی تھیں اونھوں نے ہمکو اولاد کیطرح پرورش کیا تھا سر دُھلوانے سے ہم بہت بھاگتے تھے وہ یہ ترکیب کیا کرتی تھیں کہ کھلی بھگو کر رکھ لیتی تھیں جب میں گھر آتا تو دوڑ کر میرے سر پر لیپ دیتی تھیں اب اس حالتہ میں باہر نہیں جا سکتے تھے لامحالہ بیٹھ جاتے وہ سر دھوتی تھیں نہلاتی تھیں اب اونکی قدر ہوتی ہے بہر حال جو شخص بے حس ہوتا ہے اوسکو تمیز صفائی کی نہیں ہوتی پس جب نہا دھو کر صاف بھلے مانس کی شکل ہوا اب دربار شاہی کے لائق ہو کر آیا تو اوسکو بھی کُرسی ملیگی اوسوقت اوسکو معلوم ہوتا ہے کہ واقعی میں اوسوقت یہاں کے قابل نہ تھا۔ اب بتلائیے کہ

یہ رحمۃ ہے یا نہیں پس آخرت کی تکالیف بھی مسلمانوں کے لئے رحمت ہے انکے حق میں وہ جہنم نہیں ہے جہنم کفار کے لئے ہے چنانچہ اسی واسطے ارشاد ہے اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ یعنی طیار کیگئی ہے کفار کے لئے پس جہنم من حیث ہی جہنم اور عقوبت من حیث ہی عقوبت صرف کافرین ہی کے لئے ہے اور ہمارے لئے وہ تزکیہ اور تطہیر ہے باقی تکلیف اسلئے ہوگی کہ میل ہمارا بے حد ہے جب تک خوب تیز پانی سے غسل نہ دیا جاویگا میل علحدہ نہوگا اور میل کے رہتے ہوئے جنت میں جانا ممکن نہیں اسلئے کہ جنت کا خاصہ ہے کہ نجاستہ لیکر کوئی وہاں نہیں جاسکتا چنانچہ بعض حضرات محققین نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے کا باعث حقیقت عتاب نہیں تھا بلکہ جس درخت سے کھانے کی ممانعت فرمائی گئی تھی اوسکی خاصیت یہ تھی کہ اوسکے کھانے سے فضلہ پیدا ہوتا تھا جب آدم علیہ السلام نے اوسکو کھایا تو استنجے کی ضرورت ہوئی اور وہ محل اسکا تھا نہیں اس لئے نکلنے کا حکم ہوا اسلئے کہ جنت میں ہو لیس تو کتنی نہیں یہاں دنیا میں پاتخانہ پھرنے آئے تھے واقع میں حقیقی عتاب اسکا سبب نہ ہوا تھا مثلاً یہاں جامع مسجد میں کسی کو پاتخانہ کی ضرورت ہو تو اوسکو یہاں سے نکالینگے اس لئے کہ مسجد پاتخانہ کی جگہ نہیں ایسی ہی جنت گندی جگہ نہیں اور اسپر ایک مقولہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا یاد آگیا فرماتے تھے کہ آدم علیہ السلام کا نکلنا واقع میں رحمت ہے کیونکہ اگر آدم علیہ السلام نہ نکلتے اور اونکی اولاد ہوتی تو اولاد میں سے ضرور ایسے ہوتے کہ وہ نکلتے اس لئے کہ جب آدم علیہ السلام ہی سے اوسکے کھانے سے صبر نہوا تو اولاد سے تو بطریق اولیٰ نہ ہوتا پھر اگر اولاد ہیں سے نکلتے تو ایسی حالۃ میں نکلتے کہ جنت بھری ہوئی ہوتی وہ نکلنے والا کسیکا بیٹا ہوتا کسیکا باپ ہوتا۔ کسی کی ماں ہوتی تو اوسکے نکلنے سے ایک کہرام مچ جاتا اور جنت جنت نہ رہتی بلکہ زحمۃ ہو جاتی حق تعالیٰ کی عجیب رحمۃ ہے کہ آدم علیہ السلام کو یہاں بھیجدیا اور اولاد کو حکم ہوا کہ پاک ہو کر ہمارے پاس آویں چنانچہ ارشاد ہے وَمَن تَزَکّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَکّٰی لِنَفْسِہٖ پس جسنے ان اوامر کو سمجھ لیا اور گناہوں اور شوائب نفس سے غسل کر کے پاک ہوگیا اور تقوے کا لباس پہنا وہ پھر جنت میں جو ہمارا اصلی ٹھکانہ ہے چلا جائیگا اور جس نے غسل نہ کیا اور نہ کپڑے بدلے تو اوسکو حمام ضرور کرایا جاویگا تاکہ جنت میں جا سکے

اہلیت اوسمیں ہوجاوے پس مسلمانوں کے لئے دوزخ میں جانا بھی فضل ہوا۔ الحاصل مقبولین کو جو کلفت ہوتی ہے خواہ دُنیا میں ہو یا آخرۃ میں وہ حقیقت میں کلفت نہیں محض صورۃ کلفت ہی حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ کبھی تو قہر ہوتا ہے بصورۃ لطف جیسے کفّار پر ہے اِس سے یہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو یہ ہرگز تمنّا نہ ہونا چاہیے کہ ہم بھی بڑے بڑے عُہدے حاصل کریں ہم بھی فٹن پر سوار ہوں یہ فٹن نہیں فتن ہیں جسکا نام لوگوں نے ترقی رکھا ہے یہ فی الحقیقت قہر ہے جسکی صورت لطف کی ہے اور کبھی لطف ہوتا ہے بصورۃ قہر جیسے مقبولین کی مصائب اسی طرح اہلِ ایمان کی جو شکستگی اور پستی کی حالت ہی یہ لطف ہی گو صورۃً قہر ہے پس اس شکستگی کو دل وجان سے اختیار کرنا چاہیے مولانا فرماتے ہیں

ناخوش تو خوش بود برجانِ من	دل فدائے یارِ دل رنجانِ من

یعنی جو آپکی طرف سے ناخوشی پیش آوے وہ میرے لئے پسندیدہ ہے میرا دل میرے یار دل رنجان پر فدا ہے دل رنجان سے معلوم ہوا کہ دلکو رنج ضرور ہوتا ہے اور ایسے ہی ناخوش سے بھی معلوم ہوا کہ مُصیبت جو پیش آتی ہے وہ رنج دہ ہے لیکن چونکہ اوسکی نسبت آپکی طرف ہے اسلئے وہ مجھکو خوش معلوم ہوتی ہے عارف کامل کی یہی شان ہوتی ہے کہ رنج کی بات سے اوسکو رنج ہوتا ہے لیکن اُس سے وہ راضی ہے اور اس سے کوئی تعجب نکرے کہ رنج اور رضا کیسے جمع ہوگئے دیکھو کریلوں کے اندر مرچیں بہت ڈالی جاویں تو اونکو کھاتے بھی ہیں اور سی سی بھی کرتے جاتے ہیں اور ناک سے اور آنکھوں سے پانی بھی بہتا جاتا ہے اور مزہ بھی آرہا ہے۔ پس لذّت اور کلفت دونو جمع ہوسکتی ہیں تو وہ یار گو دل رنجاں ہیں مگر وہ اپنے کمالات سے ایسے ہیں کہ دل اونپر فدا ہے الحاصل کلفت دُنیا میں ہو یا آخرۃ میں وہ مسلمانوں کے لئے رحمۃ ہے پس صدور شر کے بعد جو کلفت ہوئی جب وہ بھی رحمت ہوئی اور کبھی بالکل ہی عفو ہوجاتا ہے اسلئے مینے شرًا یرہ کی تفسیر میں یہ کہا کہ شر کوئی ایسا نہوگا کہ غائب ہو یہ حاصل ہوا اِس آیت کا اور یہ حاصل ایسا ہے کہ ہر مسلماں کے ذہن میں ہے اسلئے اسوقت اسکے ثابت کرنیکی حاجت نہیں یہ تو عقاید ضروریہ میں داخل ہے ہاں اس مضموں کے سمجھنے کے متعلق جو غلطیاں واقع ہورہی ہیں

کلفت مقبولین حقیقت میں کلفت نہیں صورۃ کلفت ہے

اونکو رفع کرنا ضروری ہے مجھکو ہمیشہ زیادہ اہتمام اسکا رہتا ہے کہ حقائق کے سمجھنے میں جو غلطیاں واقع ہوتی ہیں کہ جسکے سبب سے لوگ مقصود حقیقی کے حاصل ہونے سے یا تو مایوس ہوگئے ہیں یا بہت دُور جا پڑے یا جو حاصل کر رہے ہیں وہ پریشان ہو رہے ہیں وہ رفع ہو جاویں اور کام نکرنیوالے کو تو اسقدر پریشانی نہیں ہے جسقدر کہ کام کرنیوالوں کو ہے اس لئے کہ احساس اون ہی کو ہوتا ہے اسلئے اونکی پریشانی شدید ہے منجملہ ایسے حقائق کے اس آیۂ شریفہ کے معنی سمجھنے میں بھی اسی قسم کی بعض اغلاط ہیں میں اُن اغلاط کو مختصر اور مختلط طور سے بیان کرتا ہوں۔ اس آیت کا مضمون سمجھنے میں جو غلطیاں ہوئی ہیں وہ دو قسم کی ہیں ایک وہ جو اہل غفلت کو ہوتی ہیں دوسری وہ جو اہل ذکر کو پیش آتی ہیں پھر اہل ذکر میں دو طبقہ ہیں ایک اہل ظاہر اور دوسرا اہل باطن انمیں سے ہر ایک کو اس مضمون کے متعلق غلطی ہوئی ہے۔ سو جو غلطیاں اہل غفلت کو ہوئی ہیں منجملہ اون کے ایک یہ غلطی ہے کہ اس آیت کے جو دو جزو ہیں اول فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ اور دوسرے فمن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ان لوگوں کی دونوں پر نظر نہیں یہ بات تو نہیں کہ اس مضمون کا اونکو اعتقاد نہیں ہے اعتقاد اور علم تو ہے لیکن عمل سے اونکے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونکو اسطرف التفات نہیں ہے اس سے غفلت ہے میں اسکا نام غفلت رکھتا ہوں حضرات صوفیہ اسی کا نام جہل رکھتے ہیں لیکن چونکہ جہل کے لفظ سے بگڑتے ہیں کیونکہ اپنے کو عالم اور معنی شناس جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ذی علم ہیں ہم جاہل کدھر سے ہیں اسلئے میں نے اس لفظ کو چھوڑکر اسکو غفلت سے تعبیر کیا ہے اور حضرات صوفیہ اسی کو جہل کہتے ہیں اونکے نزدیک علم وہ ہے جو ملتفت الیہ اور حاضر رہکر موثر ہو جاوے اور اگر یہ بات نہو تو وہ اوسکو جہل کہتے ہیں اور ہم لوگ نفس علم بمعنی دانستن ہی کو علم کہتے ہیں ہمارے علم کی ایسی مثال ہے جیسے میرے ایک دوست تھے اونھوں نے گانوں میں جاکر وعظ کہا اور وعظ میں یہ کہدیا کہ بے نمازی سُوّر اور کتوں سے بدتر ہے گانوں کے لوگوں نے جب سُنا تو لٹھ لیکر مارنے کیلئے مستعد ہوگئے اونھوں نے کہا کہ بھائی بتاؤ تو سہی مجھسے کیا قصور ہوا کہنے لگے کہ تجھے خبر نہیں تو نے ہمکو آج وعظ میں سُوّر اور کُتے سے بدتر کہا ان مولوی صاحب نے

آیہ فمن یعمل الخ کی مضمون سمجھنے میں جو غلطیاں اہل ذکر و اہل غفلت کو پیش آتی ہیں۔

حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں جو علم حاضر ہوکر موثر نہو جہل ہے۔

دیہاتی دو نمازیوں کی حکایت تمثیلا۔

کہا تبلاؤ تو ہمیں کیا کہا تھا اونھوں نے کہا تو نے یہ کہا تھا کہ بے نمازی سُور اور کُتّے سے بدتر ہے مولوی صاحب بولے کہ میں نے تو بے نمازیوں کو کہا ہے تمکو تو نہیں کہا تم تو بے نمازی نہیں ہو آخر کبھی تم نے عید بقرعید کو تو نماز پڑھی ہو گی گاؤں والوں نے کہا کہ ہاں عید کی تو ضرور پڑھتے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ بس عید کی نماز تمنے پڑھ لی تو تم بے نمازی کہاں رہے لفظ نمازی تمپر صادق ہے اوسوقت اونکی جان بچی بس جیسے یہ گاؤں کے لوگ نمازی تھے ایسے ہی اس عقیدہ کے عالم ہیں۔ مدرسہ میں ایکدفعہ جلالین شریف میں اس آیۃ کے معنے پڑھ لئے پھر خبر بھی نہیں لی اور نہ اُس سے کام لیا جیسے کسی جگہ لوگ عید کا چاند دیکھ رہے تھے ایک گنوار نے کہا کہ میں نے چاند دیکھا ہے اُس سے پوچھا گیا کہ تو نماز بھی پڑھتا ہے تو اوسنے کہا کہ نواج (نماز) کی تو یوں سُن ایک مولوی مھارے (ہمارے) گام ماں (گاؤں میں) آیا تھا اوسنے یہ کہا تھا کہ جو کوئی نماز نہ پڑھے اوسکے جنازہ کی نماز نہیں ہوتی اوس بکھت (اوسوقت) ایک بر (ایکبار) پڑھ لی تھی پھر تو مھاری (ہماری) توبہ ہے ایسے ہی ہم لوگوں نے ایکدفعہ کتاب میں یہ عقیدہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا الخ پڑھ لیا پر کبھی بھولکر بھی یاد نہیں آیا بتلائیے جب اس عقیدہ کے موافق عمل نہوا تو اس عقیدہ سے کیا نفع ہوا اسکی تو ایسی مثال ہے جیسے صندوقچی میں روپیہ رکھکر بھول گئے پھر اوسکو یاد نہیں کیا اگر کہو کہ ہمکو تو یہ عقیدہ یاد ہے بھولے نہیں تو جناب ایسے یاد ہونے سے کیا فائدہ ہے یہ یاد کرنا ایسا ہے جیسے روپیہ صندوقچی ہی میں رکھا ہے اور اُس سے کام نہ لیا جاوے یاد ہونیکے معنی تو یہ ہیں کہ وہ روپیہ نکالکر بازار میں اوسکو بھناکر کام میں لایا جاوے ایسے ہی اس عقیدہ کے تمہارے ذہن میں ہونے سے کچھ نفع نہیں جب تک کہ اسکا یقین موثر ہوکر ہماری حالۃ کو نہ بدلدے افسوس ہے کہ ہمارے اندر دولت موجود ہے اور ہم محروم ہیں ہماری وہی حالۃ ہے جیسے مولانا فرماتے ہیں ؎

یک سبد پُر ناں ترا بر فرق سر	تو ہمی جوئی لب ناں در بدر

اور ہمارے علم کی وہی مثل ہے جیسے حقتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں مثل الحمار یحمل اسفارا ہم بوجھ میں لدے پڑے ہیں اور ہمکو خبر نہیں کہ ہمارے اوپر کیا چیز ہے ہمارے کام نہیں آتا

ہمارے چاروں طرف پانی ہے اور ہم پیاسے ہیں ؎

تا بزانوے میانِ قعرِ آب — در عطش وز جوع گشتستی خراب

سر پر روٹیوں کا ٹوکرا ہے اور ہائے رے بھوک ہائے رے بھوک چلا رہے ہیں گھٹنوں تک پانی میں غرق ہیں اور ہائے رے پیاس ہائے رے پیاس پکار رہے ہیں ارے بیخبر ذرا اوپر کو ہاتھ لیجاؤ اور روٹی اوتار کر کھالو اور نیچے ہاتھ لاؤ اور خوب پیٹ بھر کر پانی پیو تمھارے اندر ایک دولت ہے اور تم مفلس ہو رہے ہو تمھارے اندر باغ ہے اور تم دنیا کے باغ جو درحقیقت اوس باغ و بہار کے سامنے کچھ نہیں متوجہ ہو رہے ہو ؎

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن در آ — تو ز غنچہ کم ندمیدۂ در دل کشا بچمن در آ

بلکہ تمھارے اندر آسمان اور زمین ہے حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

آسمانہاست در ولایت جاں — کار فرمائے آسمانِ جہاں
در رہ روح پست و بالاہاست — کوہ ہائے بلند صحراہاست

ہمکو کچھ خبر نہیں ہے کہ ہم کیا چیز لئے بیٹھے ہیں یہی عقیدہ جسکو یہ آیۃ شریفہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ متضمن ہے یہ ایسے دو بازو اور پر ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ان دونوں کی بدولت عرش سے اوپر تک پرواز کر سکتے ہیں ایک بازو ترغیب ہے اور دوسرا ترہیب ہے اس ترغیب و ترہیب سے ملائکہ سے بھی آگے بڑھ سکتے ہیں لیکن ہمنے ان دونوں بازوؤں کی کچھ قدر نکی اور ان دونوں کو کیچڑ میں ایسا سان دیا کہ اڑنا تو علحدہ رہا اب ان سے حرکت کرنا بھی دشوار ہو گیا نتیجہ اسکا یہ ہے کہ کوئی باز آکر شکار کر لیتا ہے یا کوئی سانپ آکر ڈس لیتا ہے یعنی شیاطین کا تسلط ہو جاتا ہے نفس غالب ہوجاتا ہے اور اگر ہم ان دونو بازوؤں سے کام لیتے تو کیا مجال تھی شیطان کی کہ ہم پر اوسکو دسترس ہوتی اسی لئے مخلصین پر اوسکا قابو نہیں چلتا کما قال تعالےٰ انہ لیس لہ سلطٰن علی الذین آمنوا وعلیٰ ربہم یتوکلون ؕ اگر ہمارے بھی یہ پر ہوتے تو وہ ہمکو نہ نوچتا ہم ایسے مقام پر پہونچ جاتے کہ اوسکو نہ ملتے وہ ہمکو ڈھونڈتا ہی پھرتا کسی شاعر نے تو مبالغہ ہی

ہمارے پاس ایسے بازو اور پر ہیں کہ اون سے بالائے عرش جا سکتے ہیں۔

کیاہے ؎

تنم از ضعف چناں شد کہ اجل جست نیافت	نالہ ہر چند نشاں داد کہ در پیرہن ست

یہ اوسکا شعر موت کے بارہ میں تو مہمل اور نری شاعری ہے مگر ہم حقیقت میں ایسے ضرور ہوجاتے کہ ابلیس ہمکو تلاش کرتا اور ہم نہ ملتے پس ہمارا اس آیۃ کے متعلق نرا عقیدہ ہی ہی لیکن اُس سے کام نہیں لیتے اگر ہم اس سے کام لیتے تو اِس سے زیادہ ہم پر کونسا وقت حاجت کا تھا کہ اسوقت ہم پر چاروں طرف سے شیاطین کا ہجوم ہو رہا ہے شیاطین الجن کا علحدہ ہجوم ہے شیاطین الانس کا اُس سے زیادہ حملہ ہے کہ ہزاروں گروہ نئے نئے پیدا ہو رہے ہیں اور بدعات اور معاصی کی طرف بُلا رہے ہیں اور سب سے بڑا جال حب دنیا کا ہے کہ اسکی طرف بلانیوالے تو بہت ہی ہیں اور اونکی اجابت اور اونکی طرف جانے سے کوئی انکار ہی نہیں کرتا بہت سے نام کے علماء اور نام کے درویش بھی حب دُنیا کیطرف بہت رغبت سے جا رہے ہیں یک آنار و صد بیمار کا قصہ ہو رہا ہے اور اسوقت ہماری وہ مثال ہے جیسے حقتعالیٰ نے بیان فرمائی ہے ضرب اللہ مثلاً رجلاً فیہ شرکاء متشاکسون یعنی اللہ تعالیٰ نے مثل بیان کی ہے ایک مرد کی کہ اوسمیں بہت سے شریک منازعت کرنے والے ہیں جیسے ایک غلام ہو اوسکے بہت سے آقا ہوں تو وہ پریشان ہوجائیگا ایک اوسکو حکم دیگا کہ پانی پلاؤ دوسرا کہتا ہے کہ لیٹ جاؤ اور تیسرا حکم دیتا ہے کہ نہیں بیٹھ جاؤ دس آدمی دس فرمائشیں ہم لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اسکی کوشش کی کہ ہم سے سب خوش رہیں جیسے کوئی شخص تھے ہر دلعزیز بچارے ہر ایک کی دلجوئی کیا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک دریا کے کنارہ پر پہونچے دیکھا کہ ایک شخص اس کنارہ پر بیٹھا ہے اور اُس پار جانا چاہتا ہے اور ایک دوسرے کنارہ پر بیٹھا ہے اور وہ اِسطرف آنا چاہتا ہے یہ ہر دلعزیز صاحب اس قریب والے کو کندھے پر بٹھلا کر چلے جب وسط دریا میں پہونچے تو چاہا کہ اوس دوسرے کنارہ والے کو بھی اتنی ہی دُور لے آؤں ورنہ اوسکا جی بُرا ہوگا بس اسکو کندھے پر سے پٹک اوسکو لینے گئے جب وسط تک اوسکو لائے تو پہلا ڈوبتا ہوا دِکھلائی دیا بس اس دوسرے کو پٹک

اوسکو سنبھالنے چلے وہ ڈوب چکا تھا پھر اس دوسرے کی خبر لینے آئے اسکا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔ بس یہی شیوہ اسوقت لوگوں نے اختیار کیا ہے کہ تھوڑے سے ادھر ہو گئے تھوڑے سے اُدھر اس فرقہ میں گئے تو اوسی قسم کی باتیں کرنے لگے اور اگر دوسرے فرقہ میں گئے تو اون ہی کا طرز اختیار کر لیا غرض کوئی خاص مشرب نہیں ہر ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ میں تھوڑا سا غیر مقلد ہوں اور تھوڑا سا نیچری ہوں تھوڑا سا بدعتی ہوں اور شرح اسکی یہ فرمائی کہ میں ڈھولکی سُنتا ہوں اسلئے تو بدعتی ہوں اور ترقی دُنیا پر لکچر دیتا ہوں اس لئے نیچری ہوں اور ظہر و عصر ایک وقت میں پڑھتا ہوں اس لئے غیر مقلد ہوں اب جنھوں نے اِن مولوی صاحب کی یہ تقریر سُنی ہوگی اونکا تو بیڑا ہو گیا ہوگا غرض چاروں طرف سے فتن ہیں اور گمراہیوں کے جال ہیں مولانا فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں دام و دانہ است اے خدا	ما چو مرغانِ حریص بے نوا
دمبدم پابستۂ دام نوایم	گر ہمہ شہباز و سیمرغے شویم
میرہانی ہر دمے مارا و باز	سوے دامے میرویم اے بے نیاز

وہ ہمکو نجات دیتے ہیں اور ہم پھنستے چلے جاتے ہیں ہم بار بار گرتے ہیں اور وہ سنبھالتے ہیں اور اس سب کی وجہ وہی اون دو بازؤوں سے کام نہ لینا ہے ورنہ ہمارے پاس تو ایسے دو بازو ہیں کہ اگر ہم اونسے کام لیتے تو واللہ نہ کوئی شیطان الانس ہم پر غالب آتا اور نہ شیطان الجن۔ حقتعالیٰ کا ارشاد ہے ان عبادی لیس لک علیہم سلطن ؕ ایک بزرگ صاحب حال کی حکایت ہے کہ جب وہ قران شریف کی تلاوت کرنے بیٹھتے اور اعوذ باللہ پڑھتے تو کہتے کہ اے شیطان تو خوش مت ہونا کہ مجھکو کچھ تو سمجھا تب تو مجھسے پناہ چاہتا ہے واللہ میں تجھکو کُتے کی برابر بھی نہیں سمجھتا اور اگر میرے مولا کا حکم اعوذ باللہ پڑھنے کا نہوتا تو خدا کی قسم میں ہرگز اعوذ نہ پڑھتا۔ ابھی تک قران نہیں پڑھا ابھی تک باتیں ہی کر رہی ہیں مولانا ایسے ہی حضرات کے بارہ میں فرماتے ہیں ؎

گفتگوے عاشقاں در کارِ رب	جوششِ عشق ست نے ترکِ ادب

بات یہ ہے کہ اصل چیز معیت مع اللہ ہے جب وہ نصیب ہوجاتی ہے پھر ہر بات خواہ ہندی میں ہو یا عربی میں سب خوش ہے ؎

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر است	عشق را خود صد زبان دیگر ست
بوے آں دلبر چو پرّاں می شود	ایں زبانہا جملہ حیراں می شوند

اون حضرات کا وظیفہ معیت مع الحق ہے اگرچہ صورتیں اوسکی مختلف ہوں پس اگر آپ انسان کامل بنجائیں تو شیطان کا آپ پر غلبہ تو چہ معنی خود شیطان ہی آپ سے ڈرنے لگے حدیث شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسبت وارد ہے ما سلکت فجا قط الا سلک الشیطان فجا غیر فجک یعنی اے عمر تم کسی راہ پر نہیں چلتے مگر شیطان دوسری راہ پر تمھاری راہ کے علاوہ چلنے لگتا ہے یعنی وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے اور وجہ اوسکی یہ ہے

ہیبت حق است ایں از خلق نیست	ہیبتے از صاحب ایں دلق نیست

آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر کیا بات تھی جو شیطان اون سے ڈرتا تھا یہی تھا کہ وہ انسان کامل تھے آپ بھی انسان کامل بنجائیے آپکی بھی وہی شان ہوجاویگی گو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر نہو گے لیکن اپنے مرتبہ کے موافق کمال نصیب ہوجاوے گا یاد رکھو نبوت ختم ہوئی ہے ولایت ختم نہیں ہوئی غرض ہمارے اندر وہ قوۃ و دولت موجود ہے کہ اگر ہم اُس سے کام لیں تو ایسی حالت کے وقت وہ ہماری مدد کرے اور یاد رکھو اوس قوۃ سے کام یہاں ہی لے سکتے ہیں اور مرنے کے بعد تو سب اعمال منقطع ہوجاتے ہیں اور جس حالت میں یہاں زندگی گذر رہی ہے اوسی حالۃ پر حشر ہوتا ہے من کان فی ہذہ اعمیٰ فہو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا پس کیوں بازوؤں سے کام نہیں لیتے ہو جنمیں اوّل بازو ترغیب ہے پس کیوں مرضیات الٰہیہ کی رغبت نہیں کرتے اور دوسرا بازو ترہیب ہے پس کیوں نامرضیات سے اجتناب نہیں کرتے کیوں اونکو بغل میں دباکر بیٹھ رہے جیسے قرآن مجید لپیٹ کر رکھدیتے ہیں کبھی تلاوت کی توفیق نہیں ہوتی ہاں تیجہ کے روز وہ نکلتا ہے اور یا کبھی مخالفان اسلام سے مناظرہ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو اُس روز نکلتا ہے ایسی مثال ہے جیسے اندھا شلیچی ہوتا ہے کہ اوروں کے

پیچھے پڑے ہو اور خود حضرت مناظر صاحب کو اپنی خبر نہیں دوسروں کو رستہ دکھانا تمھارے کیا کام آئیگا خلاصہ اس غلطی کا یہ ہوا کہ نہ کسی خیر کی رغبت کی اور نہ کسی شر سے اجتناب کیا عقیدہ ہی کے درجہ میں یہ مضمون رہا۔ یہ غلطی تو اہلِ غفلت کی تھی ایک غلطی اور اہلِ ذکر کو ہوتی ہے اور اہلِ ذکر میں سے بھی اُن لوگوں کو جو اہلِ ظاہر ہیں اور وہ یہ ہے کہ اِن لوگوں نے اِس آیت کے دونوں جزو کا فرداً فرداً حق ضائع کیا یعنی پہلے گروہ نے تو مجموعہ ہی کو نظر انداز کر دیا تھا اور دونوں سے غفلت کی تھی کہ اُس سے کام نہ لیا اور اونھوں نے دونوں جزو کے متعلق علحدہ علحدہ معاملہ کیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے لئے تو فمن یعمل مثقال ذرۃٍ خیراً یرہ پر نظر رکھی یعنی خود اگر تھوڑا سا عمل نیک کیا تو اوس پر نظر ہے اور دوسروں کے لئے فمن یعمل مثقال ذرۃٍ شراً یرہ پیش نظر ہے یعنی اونکے اعمال نیک پر نظر نکرکے اونکے بُرے ہی اعمال پر نظر ہے اور سب کو حقیر جانتے ہیں ایک نماز اونھوں نے کیا شروع کی کہ سارے جہان کو حقیر جاننے لگے اور خود ان حضرت کی حالت خواہ کچھ ہی ہو چنانچہ بہت لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں اور وظیفے گھونٹتے ہیں اور اپنے کو مقدس جانتے ہیں اور حقوق العباد ضائع کر رہے ہیں دھوکے دیکر لوگوں کے مال چھین رہے ہیں اور اوسپر بھی دوسروں کو حقیر جانتے ہیں حالانکہ جیسے ترک صلوٰۃ حرام ہے حقوق العباد اد انکرنا اور دوسروں کو حقیر جانتا اور ریا بھی تو حرام فرق کیا ہے ہاں فرق یہ ہے کہ یہ حضرت تو اپنی ریا کی وجہ سے ماخوذ ہونگے اور وہ مبتلائے معاصی کہ جنکو یہ حقیر جانتے ہیں توبہ کی بدولت نجات پاوینگے جیسے مُلّا جامی رحمہ فرماتے ہیں ؎

گنہ آمرز رنداں قدح خوار	بطاعت گیر پیران ریا کار

اسی واسطے تو عارف شیرازی رحمہ فرماتے ہیں ؎

ترسم کہ صرفہ نبرد روز بازخواست	نانِ حلال شیخ ز آبِ حرام ما

خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات کو اپنے تو اعمال خیر پر نظر ہے اور دوسرے کے اعمال شر پر نگاہ ہے ذرا سا نیک کام کر لیا اوسکو جتلاتے ہیں ہر وقت اظہار کرینگے دعویٰ کرینگے غرض ہر وقت اپنا ہی سبق یاد ہے کبھی صراحتہً دعویٰ کبھی ضمناً یا در کھو ریا حابط اعمال ہے اور اوسکے بقدر

دقیق دقیق شعبے ہیں کہ اون سے بچنا صدیقین کا کام ہے۔ ایک بزرگ کسی بزرگ کے یہاں مہمان ہوئے اون میزبان بزرگ نے خادم سے کہا کہ اُس صراحی میں پانی لانا جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے اون مہمان نے کہا کہ آپنے ایک کلمہ میں اپنے دونوں حج غارت کئے دیکھئے اونھوں نے کیسے عنوان سے اپنے عمل کو ظاہر کیا ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ حضرت نے حج کیا ہے اور ایک ہی نہیں دو حج کئے اسکا ریا ہونا تو ظاہر میں بھی سمجھ میں آتا ہے اس سے بڑھکر لیجیے

ایک حاجی کی حکایت کہ عمل کو ظاہر کرکے باطل کردیا

حضرت سفیان ثوری رح اور ایک دوسرے محدث ایک رات کو جمع ہوئے اور آپسمیں یہ ٹھہرا کہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی احادیث سُناویں جیسے آجکل ہمارے مُنھ میں جمع ہوتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں اور اوسکا نام تبادلہ خیالات رکھا ہے یعنی تم ہمارے خیال سے مُنتفع ہو اور ہم تمھارے خیالات سے لیکن وہ حضرات تو علم دین کی نیت سے باتیں کرتے تھے اب علم کہاں ابتو ترقی کے لئے تبادلہ خیالات ہوتا ہے مثلاً تجارت کسطرح ہوتی ہے زراعۃ کا کیا طریقہ ہے غرض خلاصہ تمام ترسعی کا اکل و شرب ہے، سو جناب اگر ترقی اسیکا نام ہے تو ہاتھی خوب ترقی کرنیوالا ہوگا اور نیز سب جانوروں کو ایسی ترقی یاد ہے۔ ایک کُتّے کو میں نے دیکھا کہ جب اوسکو ٹکڑا ڈالا جاتا وہ خود نہ کھاتا تھا لیجا کر ایک بھوسہ کی کوپ میں جمع کر دیتا تھا پس اگر معاش ہی کے طریقہ جاننے کا نام ترقی ہے تو اسکے اندر تو وہ بھی بڑا ماہر تھا اوسکو بھی ترقی یافتہ کا معزز لقب دیگو اسلئے کہ وہ بڑا منتظم تھا لیکن معلوم نہیں وہ سگ سگے بھائی کے لئے رکھ رہا تھا یا اپنے لئے بظاہر تو اپنے ہی لئے رکھتا ہوگا اس لئے کہ اوسمیں قومی ہمدردی تو ہوتی نہیں اپنے ہمجنس کو دیکھکر بہت غراتا ہے تو جناب معاش کے طریقے بہت سے یاد ہونا اور اوسمیں ماہر ہونا علم نہیں ہے چنانچہ ایک عاقل کہتے ہیں ؎

سفیان ثوری کے اخلاص کی حکایت

علم نبود غیر علم عاشقی	مابقی تلبیس ابلیس شقی
ایہا القوم الذی فی المدرسہ	کلما حصلتموہ وسوسہ

ان اشعار کے قائل کو میں نے عاقل اس لئے کہا کہ یہ شعر نان دلواتے ہیں اور اُس کے مصنف کوئی بزرگ نہیں ہیں بہرحال بزرگ ہوں یا نہوں جو کچھ اونھوں نے کہا ہے وہ

مضمون حق ہے۔ الغرض دونو محدث شام سے بیٹھے اور احادیث بیان کرتے کرتے صبح ہوگئی صبح کو ادن بزرگ نے سفیان ثوری رحؒ سے کہا کہ الحمد للہ آجکی رات تو ہماری طاعت میں گذری حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس رات کا مواخذہ نہو تو غنیمت ہے غور کرو کہ میری تمام تر سعی اسطرف تھی کہ تمکو ایسی ایسی احادیث سناؤں جو آپنے سُنی نہوں اور آپکی کوشش یہ تھی کہ ایسی حدیثیں بیان کروں کہ جو میرے کان میں نہ پڑی ہوں پس ہمارا مقصود اپنا اظہار علم تھا یہ سُنکر دونوں رونے لگے اور اللہ سے دعا کی کہ اللھم اغفرلنا اللہ اکبر حضرت ہم لوگ اپنے آپ کو ٹٹولتے نہیں اگر غور و فکر کریں تو ہمکو خود محسوس ہو کہ ہمارے اندر کیا کیا بلائیں بھری ہوئی ہیں بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ ہم لوگ کھلم کھلا ریا میں مشغول ہیں لیکن بات یہ ہے کہ اپنا عیب تو عیب نظر نہیں آتا اور دوسروں کی عیب جوئی میں لگے ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کی خیر بھی خیر نظر نہیں آتی اور جو ہم میں مقدس کہلاتے ہیں وہ بھی عجب اور ریا میں مبتلا ہیں اور عجیب پیرایہ میں اوسکا اظہار ہوتا ہے چنانچہ جب طاعون یا کوئی بیماری پھیلتی ہے تو کہتے ہیں کہ میاں طاعون کیوں نہو لوگوں کے اعمال تو دیکھئے کیا ہیں فلاں شراب پیتا ہے فلاں زنا میں مبتلا ہے اور جو ذرا اور زیادہ محتاط ہیں وہ نام نہیں لیتے وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالے رحم کرے ہم لوگ ایسے ایسے اعمال میں مبتلا ہیں لیکن مراد اُس سے دوسرے ہی ہوتے ہیں یہ کبھی کسی کو کہتے نہیں سُنا ہوگا کہ میرے اعمال خراب ہیں میں نماز میں جی نہیں لگاتا یا فلاں عیب میرے اندر ہے اوسکے سبب یہ تباہی آرہی ہے جب تعجب ہوتا ہے ہمیشہ دوسروں کے اعمال سے ہوتا ہے غرض اونکے سامنے ہمیشہ دو فہرستیں رہتی ہیں اپنے تو نیک اعمال کی اور دوسرونکی بداعمالیونکی اپنے نفس کا تبریہ اور تنزیہ انکا ہر وقت مشغلہ ہے حالانکہ جو بڑے بڑے اولیاء کرام گذرے ہیں اونکی نظر ہمیشہ اپنے عیوب پر رہی ہے اور اولیاء تو علحدہ انبیاء علیہم السلام بھی باوجود معصوم ہونیکے اپنے نفوس کا تبریہ نہیں فرماتے دیکھئے یوسف صدیق علیہ السلام کیا فرماتے ہیں وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء جنکی نزاہت کی

خود حق تعالےٰ گواہی دے رہے ہیں چنانچہ ارشاد ہے کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء سوٗ کہتے ہیں صغیرہ کو اور فحشاء سے مراد کبیرہ ہے بس صاف دلالت ہے کہ یوسف علیہ السلام سے نہ صغیرہ صادر ہوا نہ کبیرہ اور بعض نے جو یہ کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ارادہ گناہ کا کیا تھا اور یہ آیۃ ولقد ہمت بہ وہم بہا سے استدلال کرتے ہیں ہمارے اوستادنا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ ولقد ہمت بہ پر کلام ختم ہو گیا اور وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ علحدہ کلام ہے حاصل آیت کا یہ ہوا کہ حضرت زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ارادہ بُرائی کا کیا اور یوسف علیہ السلام بھی کر لیتے اگر اپنے رب کا برہان نہ دیکھتے اور اسی واسطے مولانا فرماتے تھے کہ وہم بہا پر وقف نہیں کرتا پس اس سے ہم کی نفی ہوتی ہے نہ کہ اثبات اور اسکا قرینہ یہ ہی کہ آگے ارشاد ہے کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء کہ اسمین صغیرہ اور کبیرہ دونوں کی نفی ہے اور جو لوگ وہم بہا پر وقف کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم کے مراتب مختلف ہیں زلیخا نے جو ہم کیا وہ اونکے مرتبہ کے موافق تھا اور یوسف علیہ السلام سے جو ہم ہوا وہ اونکے رتبہ کیموافق ہی جو صغیرہ سے بھی بمراتب کم ہے غرض صغیرہ اور کبیرہ سے پاک ہونا سب کا متفق علیہ ہی۔ یوسف علیہ السلام سے کوئی عمل ایسا کہ جس سے گناہ لکھا جاوے ظہور میں نہیں آیا جمہور کی تفسیر پر وسوسہ گناہ ہوا کہ وہ گناہ نہیں ہے یہاں سے ایک اور کام کی بات ہاتھ آئی وہ یہ ہے کہ شیخ نے مثلاً کسیکو بتلا دیا کہ ذکر جہر کرو اوس نے ذکر جہر شروع کیا اگلے وقت وسوسہ ہوا کہ کسی نے مجھے دیکھ لیا ہے ریا ہو گئی شیخ سے جا کر عرض کیا کہ حضرت جی اگر ارشاد ہو تو آہستہ آہستہ کر لیا کروں جہر سے کرنے میں تو ریا ہوتی ہی وہ ریا کس چیز کو سمجھا ہے وسوسہ ریا کو ریا سمجھ گیا اسلئے کہ ریا تو وہ ہے جو قصداً ہو اور ریا کار تو اہتمام کیا کرتا ہے دکھانے کا ہاں یہ صورۃ ریا ہے مگر حقیقت میں ریا نہیں یا یوں کہو کہ اصلی ریا نہیں ریا کی جھلک ہے ایسی مثال ہے جیسی کسی آئینہ کے اوپر مکھی بیٹھ جاوے تو وہ حقیقت میں تو اوپر بیٹھی ہے لیکن اوسکا عکس آئینہ کے اندر بھی ہے پس اسی طرح ریا قلب کے اندر نہیں ہے قلب سے باہر ہے اوسکی جھلک اندر پڑتی ہے

یوسف علیہ السلام کی عصمت پر ایک بزرگ کا لطیفہ

جس سے یہ جانتا ہے کہ ریا میرے دل کے اندر ہے حالانکہ وہ باہر ہے یہ وہ مضمون ہے جسکو متنبی نے کہا ہے ؎

عذل العواذل حول قلبی التائہ		وہوی الاحبۃ منہ فی سودائہ	

یعنی ملامت کرنیوالیوں کی ملامت تو میرے قلب کے گرداگرد ہے اور محبت دوستونکی سوادِ قلب میں ہے اوسمیں ملامت کا اثر نہیں ہے۔ خیر یہ ایک فائدہ زائدہ تھا مقصود یہ ہے کہ ایک تفسیر پر وسوسہ گناہ ہوا گناہ نہیں ہوا۔ یوسف علیہ السلام گناہ سے بالکل بری تھے۔ ایک بزرگ نے عجیب لطیفہ لکھا ہے کہ اے عزیز یوسف علیہ السلام کی آلودگی کا وہم بھی مت کر اونکے دامنِ عصمت کو ذرہ برابر بھی داغ نہیں لگا اور اگر تجھکو اسکی شہادۃ چاہیئے تو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کذٰلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء اور اگر مخلوق کی شہادۃ چاہتا ہے تو اوس شیرخوار لڑکے کی شہادۃ کافی ہے جسنے یوسف علیہ السلام کی براءۃ کی گواہی دی اور اگر اسکی شہادۃ قبول نہیں کرتا تو خود زلیخا کی شہادۃ موجود ہے ولقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم یعنی میں نے یوسف علیہ السلام سے اونکے نفس کی درخواست کی تھی وہ باز رہے۔ اور اونکی شہادۃ بھی منظور نہیں تو زنانِ مصر کی شہادۃ موجود ہے کہ اونھوں نے کہا ما علمنا علیہ من سوء یعنی ہمنے اونپر کوئی برائی معلوم نہیں کی۔ اور اگر اونکی شہادۃ بھی تیرے نزدیک قابل قبول نہیں تو شیطان کی شہادۃ موجود ہے اوسنے کہا تھا لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین یعنی میں ضرور ان سب کو بہکاؤنگا مگر جو اونمیں سے تیرے مخلص بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ وہ مخلصین میں سے ہیں چنانچہ ارشاد ہے انہ من عبادنا المخلصین مگر باوجود اسقدر تقدس اور پاکی کے پھر یہ فرماتے ہیں وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء یعنی میں اپنے نفس کی براءۃ کا دعوی نہیں کرتا نفس تو برائی کا کثرت سے امر کرتا ہے لیکن تواضع چونکہ بعض مرتبہ ناشکری کیطرف مفضی ہوجاتی ہے اس لئے آگے بطور استثناء کے فرماتے ہیں الا ما رحم ربی یعنی مگر وہ شخص جسپر میرا رب رحم کرے اور اونکا مرحوم ہونا یقینی۔ اے حضرات جب یوسف علیہ السلام باوجود اس تقدس و تنزہ کے دعوی نکریں تو ہم بیچارے تو کس شمار میں ہیں مگر ہم میں یہ

مرض موجود ہے کہ دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اپنے نفس کی خبر نہیں۔ صاحبو کاہے پر ناز ہے یاد رکھو حق تعالیٰ اُسپر قادر ہیں کہ جنکو تم حقیر سمجھتے ہو اونکو بجائے تمھارے کردیں اور تمکو بجائے اونکے سہ

غافل مرو کہ مرکب مردان مرد را — در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش — ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

کاہے کا ناز حماقت ہے عقل کے بالکل خلاف ہے اسلئے کہ اگر اپنی طاعات پر ناز ہے تو طاعات مجاہدات فی الحقیقت معالجات ہیں تو کوئی مریض اگر نسخہ پیکر لکھر دینے لگے اور فخر کرنے لگے کہ دیکھو میں ایسا شخص ہوں کہ میں نے آج بنفشہ پیا ہے لوگ اوسکو احمق کہیں گے کہ آپ اپنی عقل کا علاج کیجئے ناز کس پر کرتے ہو تمنے دوا کی اپنا کچھ نفع ہوگا جتلاتے کس پر ہو خصوص جب دوسرے کو اپنے سے کم بھی سمجھے۔ حضرت یہ انا خیر من فلان کا وہ عیب ہے کہ شیطان نے ایک مرتبہ کہا تھا انا خیر منہ دیکھلو کیا نتیجہ ہوا تمام عمر کے لئے ملعون ہوگیا اور جسکا رات دن یہی شغل ہو انا خیر من زید انا خیر من عمرو اوسکے لئے کیا ہونا چاہیئے۔ بزرگانِ دین کی یہ حالت تھی کہ جیسے ہم قحط اور وبا اور طاعون کے اسباب دوسروں کے گناہ تجویز کرتے ہیں وہ حضرات اپنے گناہ کو اسکا سبب جانتے تھے حضرت ذوالنون مصریؒ سے لوگوں نے آکر عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیے کہ بارش ہو فرمایا کہ میرے گناہوں کے سبب بارش نہیں ہوتی مجھکو مصر سے نکالدو اُن حضرات کو جب کبھی گمان ہوا ہے تو یہی ہوا کہ ہمارے اعمال کے سبب سے یہ مصیبت آئی ہے۔ ایک شخص کہتے تھے کہ ایک انگریزی کتاب میں لکھا ہے کہ انسان کے پاس دو تھیلے ہیں ایک آگے اور ایک پیچھے آگے کے تھیلے میں اپنی بھلائیاں ہیں جو ہر وقت پیش نظر ہیں اور پچھلے تھیلے میں دوسروں کی بھلائیاں ہیں جو نظروں سے غائب ہیں ہمکو یہ غور کرنا چاہیئے کہ ہم جو دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں تو کیا اونکے اندر کوئی خوبی کی بات نہیں ہے ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ یزید کیسا تھا فرمایا شاعر اچھا تھا۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری ہمارے مجمع کے اکثر بزرگوں کے اوستاد تھے ایک شخص نے

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

گستاخانہ برُو کلمات کہے طلبہ نے چاہا کہ اوسکی خبر لیں فرمایا کہ ساری باتیں تو اوسکی غلط نہیں کچھ تو سچ بھی ہیں۔ حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید بہت تیز مشہور ہیں لیکن اپنے نفس کے لئے کسی پر تیزی نہ فرماتے تھے۔ ایک شخص نے مجمع عام میں آکر مولانا سے پوچھا کہ مولانا میں نے سُنا ہے کہ آپ حرامزادہ ہیں بہت متانت اور نرمی سے فرمایا کہ کسی نے تمسے غلط کہا ہے شریعت کا قاعدہ ہے الولد للفراش سو میرے والدین کے نکاح کے گواہ بڑے بوڑھے لوگ ابتک موجود ہیں ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ مولانا میں نے امتحاناً ایسا کہا تھا مجھے معلوم ہوگیا کہ آپکی تیزی سب اللہ کے واسطے ہے اہل اللہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اونکی ذات کو جسقدر کوئی کہے وہ اپنے کو اُس سے بدتر جانتے ہیں۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کسی نے تکفیر کی حضرت نے سنکر بُرا نہیں مانا اور یہ فرمایا کہ میں عنداللہ اگر مومن ہوں تو مجھکو کسی کی تکفیر مضر نہیں اور اگر (خدانخواستہ کافر ہوں) تو بُرا ماننے کی کیا بات ہے ذوق کے اشعار اسی مضمون میں ہیں

تو بھلا ہی تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق اور اگر تو ہی برا ہی تو وہ سچ کہتا ہے	ہی برا وہ ہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے پھر برا کہنے سے کیوں اوسکی برا مانتا ہے

دیکھئے یہ اشعار بالکل نثر سے معلوم ہوتے ہیں کمال شاعری اسی کا نام ہے کہ پتہ بھی نہ لگے کہ نظم ہے یا نثر اور بالکل سچا مضمون ہے ہم لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ ذرا کوئی کچھ کہدے تو پھر دیکھئے چہرہ سُرخ ہو جائیگا رگیں پھول جائینگی اور تاویل یہ کرینگے کہ یہ غضب فی اللہ ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے شخص تجھکو شیطان نے دھوکہ دے رکھا ہے اور یہ بہکایا ہے کہ تو غضب فی اللہ کرتا ہے اور اسکا امتحان یہ ہے کہ جیسے تمکو تمھاری بات رد کرنے یا تمھارے مسئلہ بیان کئے ہوئے کو رد کرنے سے غصہ آتا ہے اگر یہی مسئلہ دوسرا عالم بیان کرے اور اُس عالم میں اور تم میں مخالفت بھی ہو اور کوئی شخص اوسکے مسئلہ میں مزاحمت کرے تو دیکھو تمھارا جی خوش ہوتا ہے یا نہیں غالب تو یہ ہے کہ جی خوش ہوگا اُس سے تم خود غور کرلو کہ یہ غضب تمھارا فی اللہ تھا یا نہیں اگر فی اللہ تھا تو کیا وجہ ہے کہ تمھارے مخالف نے جب وہی مسئلہ بیان کیا اور اُس سے کسی نے مزاحمت کی تو تمکو اوسوقت کیوں

بغض نفسانی اور غضب فی اللہ کا امتحان

ردِ حق کیوجہ سے ویسا ہی جوش نہیں آیا اس سے معلوم ہوگیا کہ تیرے اندر دین کی حمیت نہیں نفسانی جوش ہے یہ ایک ایسا امتحان ہے کہ اسمیں بہت کم پاس نکلیں گے یہ ساری خرابی اسکی ہے کہ اپنے کمالات پر نظر ہے اور عیوب نظروں سے مستتر ہیں ؎

هر یکے ناصح برائے دیگراں		ناصح خود کم یافتم اندر جہاں	

بعضوں کو ایک اور غلطی ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ نہ تو اپنی اصلاح کرتے ہیں اور نہ کرنیکا ارادہ کرتے ہیں اور اسکے ساتھ ہی دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنا بھی چھوڑ دیتے ہیں گویا اپنے حق میں بھی اور دوسروں کیلئے بھی عمل فمن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم خود ہی عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو کیسے نصیحت کریں اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم سو یہ لوگ دو فرضوں کے تارک ہوئے اور آیت کے معنی سمجھنے میں اونکو غلطی ہوئی اس لئے کہ آیۃ میں ملامت اسپر نہیں کہ خود عمل نہ کرنے کی حالت میں دوسروں کو کیوں حکم کرتے ہو بلکہ مقصود یہ ہے کہ دوسروں کو بتانے کیساتھ خود کیوں عمل نہیں کرتے پس اگر کوئی خود عمل نکرے اور دوسروں کو امر کرے تو اوسکو حکم ہو رہا ہے کہ تو جیسے دوسروں کو بتاتا ہے خود بھی عمل کر یہ حکم نہیں کہ دوسرونکو بھی وعظ و نصیحت چھوڑ دو اور ان دونوں امروں میں فرق ظاہر ہے اسپر ایک حکایت یاد آئی مدرسہ جامع العلوم میں ایک طالبعلم نے کسی دوسرے طالبعلم کی کتاب کی چوری کی ایک شخص کہنے لگے کہ دیکھو طالبعلم بھی چوری کرتے ہیں میں نے کہا کہ ہرگز طالبعلم چوری نہیں کرتے وہ کہنے لگے کہ آپ انکار کرتے ہیں صریح چوری ظاہر ہوئی میں نے کہا کہ طالبعلم چوری نہیں کرتے بلکہ بعضے چور طالبعلمی کرتے ہیں جو طالب علم ہوگا وہ علم کا طالب ہوگا وہ چوری کیوں کرتا حقیقت میں ذرا سا فرق ہے کہ اوسکے پیش نظر ہونے سے اشتباہ ہو جاتا ہو جیسے زار روس سنا ہے کہ بائیکل سے گر کر مر گیا تھا تو ڈاکٹروں میں اختلاف ہوا کہ گر کر مرا ہے یا مر کر گرا ہے اسی طرح اتامرون الناس الخ کے معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی حالانکہ اسمیں ملامت اسپر ہے کہ باوجود دوسروں کے کہنے کے خود کیوں عمل نہیں کرتے اسپر ملامت نہیں کہ باوجود عمل نکرنے کے دوسروں کو کیوں کہتے ہو اسی واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ کلام اللہ کو کسی

اوستاد ماہر سے حاصل کرو لیکن چونکہ اُردو کے ترجمے بکثرت ہو گئے اِس لئے ہر شخص قرآن و حدیث کے سمجھنے کا مدعی ہو گیا ہے حالانکہ بغیر مہارت تامہ علوم درسیہ کے قرآن و حدیث سمجھ میں نہیں آتا دیکھئے اُردو کے اشعار جیسے ہم لوگ سمجھ سکتے ہیں غیر زبان والے نہیں سمجھ سکتے جیسے کسی نے سعدی رحمۃ اللہ کا یہ شعر سُن لیا تھا ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست		در پریشاں حالی و درماندگی	

ایک دن کہیں اُنکا کوئی دوست پٹ رہا تھا اور پیٹ بھی رہا تھا اِنھوں نے جا کر فوراً اوسکے دونوں ہاتھ پکڑ لئے تو وہ اور زیادہ پٹا کُٹا جب لوگوں نے ملامت کی کہ تو نے یہ کیا کیا کہا میں نے تو شیخ کے اس شعر پر عمل کیا ہے۔ دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست + در پریشاں حالی و درماندگی + اِس سے زیادہ کون پریشانی کا وقت اسپر ہو گا۔ اِس لئے اسوقت میں نے اسکے دونوں ہاتھ پکڑ لئے کاش یہ شخص ایسی فارسی دانی سے بالکل ہی جاہل رہتا تو اچھا تھا اسی طرح ہمارے مہذب لیڈر جو اُردو کے ترجمہ دیکھکر یا عربیت میں بغیر علوم دینیہ کے ماہر ہوئے قرآن فہمی کا دعویٰ کرتے ہیں کاش اس علم سے تو یہ جاہل ہی رہتے اپنی رائے کو تو قرآن و حدیث میں دخل نہ دیتے یاد رکھو اُردو ترجموں سے فن نہیں آتا۔ اِسی قبیل کی ایک اور آیۃ کے سمجھنے میں غلطی ہوتی ہے اور وہ بعض اہلِ علم کو بھی ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے مقام پر حقتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یاایہا الذین امنوا لم تقولون مالا تفعلون اِس آیت میں حرف استفہام لم خود تقولون پر داخل ہے جس سے صاف ہی سمجھا جاتا ہے کہ دوسروں کو کیوں کہتے ہو وہ بات جو خود نہیں کرتے اتامرون الناس میں تو یہ بھی گنجائش تھی کہ ہمزہ استفہام کو باعتبار مجموع کے تنسون پر داخل مانیں یہاں تو کوئی گنجائش ہی نہیں سو اس سے تو صاف ہی مفہوم ہوتا ہے کہ اگر خود عمل نکرے تو دوسرے کو وعظ و نصیحت کرنا جائز نہیں ہے یہ ایک بہت باریک غلطی ہے لیکن شانِ نزول معلوم ہونے سے یہ اشکال حل ہو جاتا ہے شانِ نزول اسکا یہ ہے کہ بعض مسلمانوں نے کہا تھا کہ اگر ہمکو خبر ہو جاوے کہ فلاں عمل کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں تو ہم اوسکے اندر جد و جہد کرینگے چونکہ یہ ایک صورت ہے دعوے کی یہ ناپسند ہوئی اس لئے اونکو تادیب کیجاتی ہے کہ ایسی بات زبان سے کیوں نکالتے ہو جو کرنہ سکو

بدون مہارت تامہ علوم درسیہ کے قرآن و حدیث سمجھ میں نہیں آتا

پس تقولون میں قول اخباری ہے انشائی نہیں یعنی دوسرے کو نصیحت کرنا مراد نہیں ہے بلکہ اپنے کمالات کا دعویٰ کرنا مراد ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ کانہم بنیان مرصوص مطلب یہ ہے کہ ایسے بڑے عمل کرنیوالے اور ہماری پسندیدگی کے طالب ہو تو لو ہم بتاتے ہیں کہ ہم اُن لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جو اللہ کے رستہ میں ایسا عمل شاق کرتے ہیں اگر ہماری محبت ہے تو اسپر عمل کرو ورنہ دعویٰ نکرو پس اس آیت میں امر بالمعروف کا ذکر ہی نہیں کہ جو باعث شبہ کا ہو ایسی غلطیاں ہوجاتی ہیں فن کے نہ جاننے سے اب انصاف فرمائیے کہ جو حضرات صرف ترجمے کا مطالعہ کرتے ہیں اور ترجمہ بھی کونسا جو امیر ترجمہ ہو غریب ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ کا ہے۔ مجھے ایک بچے کا لطیفہ یاد آیا کہ وہ کہتا تھا کہ ہم اُردو کھانے کھائینگے انگریزی کھانے ہم نہیں کھاتے۔ اسی طرح ترجمہ کی دو قسمیں ہیں امیر ترجمہ اور غریب ترجمہ امیر ترجمہ جو امیروں کا کیا ہوا بلکہ ڈپٹیوں کا ہو اور غریب ترجمہ وہی جو غریب مولویوں کا ترجمہ ہو آجکل لوگ ایسے ترجمے پر فریفتہ ہیں یہ کہتے ہیں اس ترجمہ کی زبان اچھی ہے یاد رکھو زبان دانی سے علم نہیں آتا اگر زباں دانی ہی کا نام علم ہوتا تو ابوجہل اور ابولہب بڑے عالم تھے علم اور شے ہے اور زبان شے دیگر ہے ہر شے کو اوسکے محل سے حاصل کرنا چاہیئے غیر محل سے کوئی شے حاصل نہیں ہوا کرتی دیکھو حق تعالیٰ فرماتے ہیں لیس البر بان تاتو البیوت من ظہورہا ولکن البر من اتقی واتوا البیوت من ابوابہا ہر گھر کا دروازہ ہے اوسی طرف سے اوسمیں داخل ہونا چاہیئے۔ علم کا دروازہ علمائے محققین ہیں اونسے علم سیکھو یا اونکی صحبت میں رہو غرض یہ سخت غلطی ہے کہ خود بھی عمل نکریں اور دوسرے کو بھی نہ بتادیں۔ ایک غلطی اور ہے وہ اہل غفلت سے ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض خیر کو حقیر سمجھکر اوسکو کرتے نہیں اور بعضے شر کو حقیر جانکر اُس سے بچتے نہیں۔ بعضی بات خیر کی ہوتی ہے شیطان بہکاتا ہے کہ جو کام بڑے بڑے کرنے کے ہیں وہ تو تمسے کیے نہیں جاتے اسکو کیا کرتے ہو اسی طرح کبھی بعض گناہ کی نسبت کہتا ہے کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں وہ تو چھوٹتے ہی نہیں اسی کو چھوڑ کر کیا متقی بنوگے یاد رکھو کسی خیر کی بات کو ہرگز حقیر نہ جانو بلکہ جب توفیق ہوجاوے فوراً اوسپر عمل کرلو اور نہ کسی شر کو کم سمجھکر اوسکا ارتکاب کرو بلکہ اُس سے بچو حدیث میں ہے کہ

معاشرہ کے باب میں اکثر لوگوں کی غفلت

حضور نے فرمایا کہ اے عائشہؓ کسی خیر کو حقیر نہ جانو خدا کے یہاں اوسکی جزا ہے اور نہ کسی شر کو حقیر سمجھو خدا کے یہاں اوسکی سزا مقرر ہے۔ بعضے لوگوں کی ایسی خیر پر نجات ہوگئی کہ گمان بھی نہ تھا حدیث میں قصہ آیا ہے کہ ایک عورت مومسہ یعنی فاحشہ جنگل میں جارہی تھی دیکھا کہ ایک کُتا پیاسا مر رہا ہے اوسکو رحم آیا کنوے پر اوسکے پانی پلانے کیلئے گئی دیکھا تو وہاں ڈول رسّی نہ تھا اُس نے اپنا چرمی موزہ اُتارا اور اوڑھنی میں باندھکر پانی نکالکر اُس کُتے کو پلایا اور اوسمیں جان آئی تمام عمر میں اُس نے یہ عمل نیک کیا حق تعالیٰ نے اوسکو فقط اسکی وجہ سے بخشدیا۔ بعضوں کی نجات راستہ سے کانٹا ہٹا دینے کی وجہ سے ہوگئی ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے

الایمان بضع وسبعون شعبۃ افضلہا قول لا الہ الا اللہ وادناہا اماطۃ الاذیٰ عن الطریق یعنے ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں اونمیں سے سب سے افضل تو لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ رستہ سے تکلیف کی شے ہٹا دینا ہے آجکل لوگ معاشرۃ کے باب میں بہت غفلت کرتے ہیں بعضی بات بہت چھوٹی سی ہوتی ہے لیکن نتیجہ اوسکا بہت بُرا ہوتا ہے دوسرونکو بڑی تکلیف پہونچتی ہے۔ بعضے لوگ بڑے بڑے عہدوں پر ہیں لیکن معاشرت کے بعض جزئیات کا اونکو خیال نہیں حالانکہ تمدن کے مدعی ہیں اور معاشرت کے تمام آداب کا تعلق تمدن سے ہے مثلاً ایک معمولی بات ہے کہ کُرسی کہیں سے اوٹھاکر دوسری جگہ جہاں راستہ ہے بچھائیں گے اور وہیں چھوڑکر چلے جائیں گے اب کوئی اندھا یا اپاہج آیا وہ گر پڑتا ہے۔ بعضے چارپائی ایسے موقع پر چھوڑ دیتے ہیں کہ آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اِس لئے کہ کُرسی تو پھر تھوڑی جگہ میں آتی ہے اور چارپائی تو چارپایہ کی طرح پھیلتی ہے غرض اِن لوگوں نے تو دوسروں کی تکلیف کا پورا پورا سامان کردیا اور یوں کوئی اپنی خوش قسمتی سے بچ جاوے وہ دوسری بات ہے اوسوقت اوسکے حق میں یہ شعر صادق آویگا ؎

قتل ایں خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود	ورنہ ہیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود

بعض دیہات میں ایسی چارپائیاں ہوتی ہیں کہ واقعی اونکو چارپایہ ہی کہنا چاہئے اُن میں اُلجھکر اور زیادہ چوٹ لگتی ہے۔ خاصکر عورتیں ایسے امور میں بہت لاپروائی کرتی ہیں انمیں یہ مرض ہے کہ شے کو اپنے ٹھکانے نہیں رکھتیں پیڑھی بے موقع چھوڑ دیتی ہیں جیسے چارپائی میں اُلجھکر

گرتے ہیں اسی طرح اس سے بھی تکلیف ہوتی ہے اس لئے کہ یہ اوسکا بچہ ہے اسپر ایک حکایۃ ظرافت کی یاد آئی ایک شخص کی بھینس دریا میں گھس گئی ہر چند بلاتے ہیں آتی نہیں ایک شخص اوسکے بچہ کو لایا اور اوسکو دکھلایا وہ آگئی ایک مرتبہ چارپائی گرگئی بھی عقلمند سمجھے کہ جس طرح بھینس کو بچہ دکھلانے سے وہ آگئی تھی اسی طرح اسکا بچہ اسکو دکھلاینگے تو یہ بھی آجائیگی اوسکا بچہ پیڑھے کو تجویز کیا اب پیڑھا اوسکو دکھلارہے ہیں اور پکار رہے ہیں لیکن وہ تو جماد محض ہے وہ کیسے آتی + تو چارپائی تو نظر بھی آجاتی ہے اُس سے تو آدمی بچ بھی جاتا ہے لیکن پیڑھا رات کو اندھیرے میں نظر بھی نہیں آتا اسکے علاوہ ہمارے یہاں کی عورتیں اور بھی بہت بدتمیزیاں کرتی ہیں۔ ہمارے بعضے احباب دیہاتی آتے ہیں۔ خدا اونکو دے ہاتی لکڑی اس طرح رکھدیتے ہیں کہ ایک سرا زمین پر دوسرا سرا مسجد کی فصیل سے لگا دیتے ہیں اونکی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ چیز کو کس طرح رکھنا چاہیے اوسمیں بعض اوجھکر گرجاتے ہیں میری ٹوکری یہ بھی ہے کہ میں اوٹھاکر اوسکو موقع پر رکھتا ہوں لوگ ان امور کو بہت خفیف سمجھتے ہیں حالانکہ یہ امور بہت ضروری ہیں ؎

مباش درپے آزار ہرچہ خواہی کن	کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہی نیست

جب میں نے دیکھا کہ لوگ اسکو بہت ہلکا سمجھتے ہیں تو مجھکو اس باب میں ایک رسالہ تصنیف کرنا پڑا حالانکہ یہ امور ایسے نہیں تھے کہ اونکے آگاہ کرنے کیلئے کسی کتاب کی ضرورت ہو خود آدمی اپنی عقل سے سمجھ سکتا ہے لیکن جب غفلت حد سے بڑھگئی اور اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی ان امور کا خیال نہیں رہا تو اس کے متعلق بھی ایک رسالہ لکھا آداب المعاشرۃ اوسکا نام ہے طبع بھی ہوگئی ہے۔ مجھکو ایسے ایسے جزئیات کا بہت اہتمام ہے اس لئے کہ بزرگوں کے یہاں تو بڑی بڑی باتوں کی تعلیم ہوتی ہے اور میں چونکہ چھوٹا اور سب سے ادنیٰ ہوں اس لئے میرے یہاں چھوٹی چھوٹی باتوں کی تعلیم ہوتی ہے اسی واسطے بعض احباب مجھکو بدنام بھی کرتے ہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر مواخذہ کرتے ہو چنانچہ ایک شخص نے مجھسے کہا کہ تمھارے اندر انگریزوں کا سا انتظام ہے۔ حالانکہ یہ اونکی یہ غلطی ہے اس لئے کہ متمدن قوموں کے یہاں جو تمدن کا کچھ حصہ ہے وہ ہمارے اسلام ہی سے لیا گیا ہو

متمدن قوموں میں جو تمدن ہے اسلام سے لیا گیا ہے۔

مسئلہ استیذان کی تحقیق

اونکا ایجاد نہیں ہے جو اعتراض ہو سکے دیکھئے استیذان کا مسئلہ ہے اُن لوگوں نے اسکو ہمارے یہاں سے لیا ہے کہ کوئی شخص اونکے کمرہ میں بلا اجازت نہیں جا سکتا اگر کوئی بڑے مرتبہ کا شخص بھی چھوٹے سے چھوٹے کے یہاں جائیگا تو اوّل اجازت لیگا اور پھر بات کی صفائی اسقدر ہے کہ اگر ملنے کی فرصت نہو اور کہلا دیا جاوے کہ اسوقت ہمکو فرصت نہیں ہے تو بُرا نہیں مانتے ہم لوگوں نے اسکو چھوڑ دیا اور اگر کوئی اسطور سے جواب دیدے کہ اسوقت ہم فارغ نہیں ہیں تو بُرا مانتے ہیں اوسکو متکبر بتاتے ہیں حالانکہ یہ مسئلہ خود قرآن مجید میں موجود ہے ارشاد ہے یا ایہا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اہلہا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون فان لم تجدوا فیہا احدا فلا تدخلوہا حتی یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ہو ازکی لکم یعنے اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں مت جاؤ یہانتک کہ تم اجازت چاہو اور اُن گھر والوں پر سلام کرو یہ تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے اس امید سے کہ تم نصیحت حاصل کرو پس اگر اُن گھروں میں کسی کو نپاؤ تو اونمیں داخل مت ہو یہانتک کہ تمکو اجازت دی جاوے اور اگر تم سے کہا جاوے کہ تم واپس ہو جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ زیادہ پاکی کی بات ہے تمھارے لئے۔

ایک مولوی صاحب سے میری گفتگو ہوئی کہنے لگے کہ بیوتا سے مُراد آیت میں زنانے گھر مُراد ہیں اور اوسپر مسلمانونکا عمل ہے میں نے کہا کہ بیوتا مطلق ہے اوسمیں کوئی تخصیص نہیں تم اپنی رائے سے کیسے تخصیص کرتے ہو زنانہ اور مردانہ دونوں مکان مراد ہیں ہاں اگر مردانہ مکان اس قسم کا ہو کہ وہاں سب آتے جاتے ہیں اور قرائن سے معلوم ہے کہ کسی کو یہاں آنیکی ممانعت نہیں تو وہاں استیذان کی ضرورت نہو گی اور اگر کوئی کمرہ میں تنہا بیٹھا ہوا اپنے کام میں مشغول ہے تو وہاں استیذان ضروری ہے پس یہ تاویل کہ زنانے گھر مُراد ہیں درست نہیں ہے مولانا ایسی ہی تاویلوں کی نسبت فرماتے ہیں ؎

بر ہوا تاویل قرآن میکنی
پست وکژ شد از تو معنی سنی

اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں وہ احکام بتلائے گئے ہیں کہ بغیر بتلائے لوگ اونہیں غلطی کرتے ہیں اور جو احکام ایسے ہیں کہ بے بتلائے بھی اونپر لوگونکا عمل ہے ایسے احکام کو بتلانے کی کیا ضرورت ہے خود ہی اونپر عمل ہے دیکھو قرآن میں کہیں پیشاب پینے اور پاخانہ کھانے کی

ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ ہر عاقل کو اُس سے نفرت ہے اور خود رُکا ہوا ہے ہاں شراب پینے کی ممانعت ہوا سلئے کہ اس میں ابتلا رہے تو زنانے گھروں میں جانے سے لوگ خود ہی رُکے ہوئے ہیں پھر جو رو کا گیا اور استیذان کی شرط لگائی گئی تو مردانے ہی گھر مراد ہوں گے ہاں اگر کوئی عام ملاقات کے لئے مردانہ میں بیٹھے وہاں ضرورت استیذان کی نہوگی اور اگر ایک شخص نے کمرہ بند کر رکھا ہے کواڑ بند ہیں اوسکا مقصود ظاہر ہے کہ یہی ہے کہ کوئی نہ آوے اب اگر کوئی شخص آکر اوسکا وقت برباد کرنے لگے تو اوسکو بیشک کلفت ہوگی اور جس کام کیلئے اُس نے خلوت اختیار کی تھی یقیناً اوسمیں حرج ہوگا ایسے موقع پر استیذان کی ضرورت ہے اگر اجازت ہو جاوے تو ملے ورنہ واپس چلا جاوے اور بُرا نہ مانے غرض آجکل اس سے کچھ بحث نہیں ہے کہ کسی کو راحت ہوگی یا کلفت جو اپنی خواہش ہوتی ہے اوسکو پُورا کرنا چاہتے ہیں آداب المعاشرت میں میں نے حتی الوسع بہت جزئیات کو لے لیا ہے دیکھنے کے قابل اور پاس رکھنے کے لائق ہے ایک نئی بات اسمیں یہ ہے کہ میں نے حسن معاشرت کی ضرورت کو قران و حدیث سے ثابت کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ معاشرت میں ہمکو غیر قوموں کی اقتدار کی ضرورت نہیں ہے ہمارے یہاں کس چیز کی کمی ہے کہ جو ہمکو غیر قوموں کی اقتدار کی ضرورت ہو۔ عقائد اعمال معاملات معاشرت سب کچھ ہمارے گھر موجود ہے بلکہ اور قومیں ہی ہماری بدولت مہذّب کہلانے لگی ہیں لیکن چونکہ ہمکو اپنے گھر کی خبر نہیں اس لئے شریعت کو صرف چند چیزوں میں منحصر سمجھ لیا ہے جنت و دوزخ کا عقیدہ اور نماز روزہ کا عمل حالانکہ شریعت نے ہمکو ہر شئے کی تعلیم کی ہے شریعت وہ جمیل و محبوب ہے کہ اگر اوسکا سراپا تم دیکھ لو تو بے اختیار یہ کہہ اُٹھو ؎

زفرق تابقدم ہر کجا کہ مے نگرم	کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

خلاصہ یہ ہے کہ اماطۃ الاذی عن الطریق وہ عمل ہے کہ اسپر بھی مغفرت ہوگی اس لئے کسی نیکی اور خیر کو حقیر نہ جاننا چاہئے۔ حدیث شریف میں ایک اور قصہ آیا ہے کہ ایک شخص تھا جب اوسکا انتقال ہوا تو حکم ہوا دیکھو کوئی نیکی اسکے پاس ہے دیکھا گیا تو کوئی نیکی نہ نکلی بجز اسکے کہ اوسکی عادت یہ تھی کہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے لوگوں سے اُس نے یہ کہدیا تھا کہ وصول کرنے میں تشدد نہ کیا کرو اگر کسی کے پاس نہ ہوا کرے تو مہلت دیدیا کرو یا معاف کردیا کرو اور روپیہ اسکو

یہ کچھ مشکل نہیں ہے حکم ہوا کہ ہمارا بندہ محتاج ہو کر جب اپنے حقوق چھوڑ دیا کرتا تھا تو ہم غنی ہو کر کیوں نہ اوسکو اپنے حقوق معاف کر دیں اسی طرح بعضوں کے ذمہ جو حقوق العباد رہ جاتے ہیں بعض اوقات اونکے کسی مقبول عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت میں اہل حقوق سے اونکے یہ حقوق بھی معاف کرا دینگے صورۃ یہ ہوگی کہ قیامت کے دن اُن اہل حقوق کو بڑے بڑے محل دکھلائے جاوینگے اور منادی کیجاویگی کہ کوئی ہے جو ان محلوں کو خریدے وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس ان کی قیمت کہاں ارشاد ہوگا کہ انکی قیمت بہت ہلکی ہے اور وہ تمھارے پاس موجود ہے اِن کی قیمت یہ ہے کہ کسی نے کسیکو ستایا ہو یا کچھ حقوق دوسرے بھائی مسلمان کے ہوں وہ معاف کر دیں ہزاروں آدمی اپنے حقوق چھوڑ دینگے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے رسالہ حقیقۃ الاسلام میں یہ روایت نقل کی ہے دیکھا آپ نے کہ جن اعمال کو آپ چھوٹا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں اونکی کیسی قدر ہے حضرت بایزید بسطامیؒ کو کسی نے بعد وفات کے خواب میں دیکھا پوچھا کہ آپکے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا کہ جب میں پیش کیا گیا تو پوچھا گیا کہ اے بایزید کیا لائے میں نے سوچا کہ نماز روزہ وغیرہ سب اعمال تو اس قابل نہیں کہ پیش کروں البتہ ایمان تو بفضلہ تعالیٰ ہے اس لئے عرض کیا کہ توحید ارشاد ہوا اما تذکر بلیلۃ اللبن یعنی دُودھ والی رات یاد نہیں ہے۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے ایک شب پیٹ میں درد ہو گیا تو اونکی زبان سے نکل گیا کہ دُودھ پیا تھا اُس سے درد ہو گیا اسپر شکایت ہوئی کہ درد کو دُودھ کی طرف منسوب کیا اور فاعل حقیقی کو بھول گئے حالانکہ ؎ درد از یارست و درماں نیز ہم۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب بتلاؤ کیا لائے عرض کیا کہ اے اللہ کچھ نہیں فرمایا کہ ایک عمل تمھارا ہمکو پسند آیا ہے اوسکی وجہ سے بخشتے ہیں۔ ایکمرتبہ ایک بلی کا بچہ سردی میں مر رہا تھا تم نے اوسکو لیکر اپنے پاس لٹا لیا۔ رہ گئی ساری بزرگی اور تمام حقایق اور دقایق و معارف سب کالعدم ہو گئے آدمی کس شے پر ناز کرے اور کس عمل کو حقیر سمجھے یاد رکھو بڑے سے بڑے عمل پر ناز نکرو اور چھوٹے سے چھوٹے عمل کو حقیر نہ سمجھو حضرت شاہ عبدالرحیمؒ دہلوی کی حکایت یاد آئی کہ ایک مرتبہ اونکو بادشاہ نے بلایا نہا دھو کر عمدہ کپڑے بدلکر شاہی دربار میں چلے جا رہے تھے راستہ میں دیکھا ایک نالی ہے اوسمیں ایک کتے کا بچہ

حضرت بایزید کے ساتھ بعد وفات حقتعالیٰ کا معاملہ۔

شاہ عبدالرحیمؒ کا کتے کیساتھ سلوک کا ثمرہ

پھنس رہا ہے اور اُس سے نکلا نہیں جاتا ایک خادم بھی ساتھ تھا حکم دیا کہ اسکو نکال لو اے حضرات ہمدردی یہ ہے جو ان حضرات میں تھی اور جسکو لوگ آجکل ہمدردی کہتے ہیں وہ ہمدردی نہیں ہے وہ ہمہ دردی ہے فقراء اور مساکین اور صلحاء کو حقیر سمجھنے کا نام ہمدردی رکھا ہے ہاں بڑے بڑے لوگوں اور بڑے بڑے عہدہ داروں کیساتھ البتہ ہمدردی ہے اسکو ہمدردی نہیں کہتے یہ تو جاہ پرستی ہے ہمدردی وہ ہے کہ جو غرباء کے ساتھ ہو۔ منشی جمال الدین مدار المہام بھوپال کی ایک حکایت ایک دوست سے سُنی ہے کہ اونکے یہاں ایک تقریب میں بڑے بڑے لوگ جمع تھے عین کھانا رکھنے کے وقت ایک بھنگی آیا اور اُس نے کہا کہ مجھکو مسلمان کر لو مدار المہام صاحب نے فوراً سب کام چھوڑ کر اوسکو کلمہ پڑھایا کپڑے بدلوائے اور حکم دیا کہ اسکو بھی کھانے پر بٹھلاؤ وہ بچارے پُرانے خیال کے سیدھے سادے دیندار تھے اپنے اوپر سبکو قیاس کیا کہ میری طرح دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ معاملہ کرینگے لیکن دیکھا کہ لوگ اس سے ناک مُنہ چڑھانے لگے اور کوئی اُس نو مسلم کو اپنے پاس جگہ نہیں دیتا فرمایا کہ تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا کھاؤ کہ جو بالکل بے گناہ اور ایسا پاک و صاف ہو کہ جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے یہ برکت میں حاصل کرونگا اور میں اسکے ساتھ کھانا کھاؤنگا چنانچہ اوسکو اپنے ساتھ کھانا کھلایا اسکا نام ہے ہمدردی اور اسکو کہتے ہیں اخوتِ اسلامی۔ آجکل ہمارے مہذبین کے مذہب میں غریب ہونا ہی جُرم ہے اور اسپر دعویٰ ہے تہذیب کا۔ دعویٰ ہے ترقی اور ہمدردی کا جناب ترقی اور ہمدردی اور تہذیب کے نرے الفاظ ہی ہیں مدلولات کا انکے پتہ بھی نہیں ایسی مثال ہے جیسے کوئی مٹھائیوں کے نام لڈو پیڑے یاد کرے اور مٹھائی کھانیکا دعویٰ کرے اور ایک وہ شخص ہے جو سر سے پاؤں تک مٹھائی میں غرق ہے اوسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ مٹھائی کے نام کا وظیفہ پڑھے وہ تو خود سراپا مٹھائی بن رہا ہے یہ کون لوگ ہیں یہ وہ ہیں جنکو دقیانوسی خیال کا غیر مہذب بتلایا جاتا ہے باقی جدید الخیال حضرات کی تو یہ حالت ہے کہ بولینگے بہت اور کام بہت کم کرینگے اور پرانے خیال کے حضرات کام میں ان سے کہیں زیادہ لیکن بولنا جانتے نہیں اس لئے کہ بولیگا وہی شخص جو اپنے عمل کو کچھ وقیع سمجھتا ہو یہ سب کچھ کرتے ہیں اور اوسکو کچھ نہیں سمجھتے اور یہ کرتے کچھ نہیں اور دعوے اتنے

بڑے بڑے کرینگے کہ زمین اور آسمان کے قُلابے ملادینگے. غرض شاہ صاحب نے حکم دیا کہ اِس کُتّے کے بچّہ کو اُٹھالو وہ خادم تھے ذرا چلنے چپیڑے حضرت شاہ صاحب کو فراستہ خداداد اور قرائن سے معلوم ہوا کہ اِسکو کچھ ناگوار ہے تو اِن حضرات کا یہ مذاق ہے کہ اپنے کام کے لیئے دوسرے کو ذراسی تکلیف نہیں دیتے فوراً آستین چڑھاکر اوسکو خود ہاتھ سے نکال لیا اور حمامی کے پاس پہونچے کہ اِسکو غسل دو تمکو اسکی اُجرت ملیگی چنانچہ گرم پانی سے اوسکو غسل دیا گیا وہ جاڑے کیوجہ سے ٹھٹھر رہا تھا گرم پانی پڑنے سے اوسمیں جان آئی تولیہ سے اوسکو پھر صاف کیا ایسی ہی حکایہ حضرت سیدؔ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اونھوں نے دیکھا کہ ایک کُتّا خارشتی جارہا ہے اور خارش کیوجہ سے اوسکو سخت تکلیف ہے فوراً اوسکو لیکر ایک طبیب کے پاس پہونچے اور نسخہ لکھواکر دونوں وقت اپنے ہاتھ سے اوسکو دوا لگاتے تھے حتیٰ کہ وہ تندرست ہوگیا لیکن کوئی ذی ہوش آدمی اِس سے کُتّا پالنے کی اجازت کا استنباط نکرے غرض شاہ صاحب نے جب دیکھا کہ اب یہ اچھا ہوگیا ہے اور سُوکھ کر چلنے پھرنے لگا تو محلہ والوں سے فرمایا کہ اگر کوئی اِسکے کھلانے پلانے کی ذمّہ داری کرے تو فبہا ورنہ ہم اسکو اپنے ساتھ لیجائیں۔ ایک شخص ذمّہ دار ہوگیا یہ قصّہ تو گذر چکا اِس کے بعد ایکمرتبہ شاہ صاحب ایک موقع پر تشریف لئے جارہے تھے اور راستہ بہت چھوٹا تھا صرف ایک پکھ ڈنڈی تھی کہ جسپر بمشکل ایک آدمی چل سکتا تھا اور اوسکے اِدھر اُدھر کیچڑ تھا سامنے سے دیکھا کہ ایک کُتّا آرہا ہے جب چلتے چلتے کُتّے کا آمنا سامنا ہوا تو یہ منتظر کہ کُتّا نیچے اُترے تو میں آگے چلوں اور کُتّا منتظر کہ یہ نیچے اُتریں تو میں چلوں جب اِسی اِنتظار میں دیر ہوگئی تو شاہ صاحب نے کُتّے سے کہا کہ تو نیچے اُتر کُتّے نے کہا افسوس درویشی کا دعویٰ اور یہ حالت پہلے درویشوں کا مذہب ایثار کا ہوتا تھا اب ایسے درویش ہیں کہ اختیار کا مذہب رکھتے ہیں یعنی اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں شاہ صاحب نے فرمایا کہ تُہمتہ نہ لگا یہ وجہ نہیں جو تو کہتا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں مکلّف ہوں تو مکلّف نہیں ہے میں اگر اُترا تو کپڑے سب نجس ہوجاوینگے بے دھوئے نماز کیسے پڑھونگا اور دھونے میں بیحد کلفت ہوگی اور تو اگر اُترا تو سُوکھ کر پھر صاف ہوجائیگا کُتّے نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن تمھارے اُترنے میں تو صرف ظاہری ہی نجاست میں آلودگی ہوگی جو ایک لوٹہ پانی سے دُھل سکتی ہے اور اگر میں اُتر گیا تو

تمکو یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ میں اس کُتّے سے افضل اور اشرف ہوں اور یہ گندگی وہ ہے جو ہفت قلزم سے بھی نہ جاویگی اب اختیار ہے جس نجاستہ کو چاہو اختیار کرلو شاہ صاحب پر ایک حالت طاری ہوئی اور فوراً اُتر پڑے اور کُتّا نکل گیا۔ اس کے بعد الہام ہوا کہ اے عبدالرحیم کہ جو علم تمکو آج دیا گیا ہے یہ کبھی میسّر نہیں ہوا تھا خبر ہے کہ اسکی کیا وجہ ہے تمنے اس کُتّے کی بنی نوع پر ایک مرتبہ احسان کیا تھا ہمنے نہ چاہا کہ تمھارا احسان اوسپر رہے اس لئے ہمنے اوسکے ایک بھائی سے تمکو اوسکا بدلہ دلوا دیا یہ معلوم ہوکر اور زیادہ ان پر رقت طاری ہوئی بہرحال حضرات اہل اللہ ذرا سی نیکی سے بھی نہیں چوکتے غرض کسی خیر کو حقیر نہ جانو اسی غلطی کے مقابلہ میں دوسری غلطی یہ کرتے ہیں کہ شر کو حقیر جانکر اُس سے اجتناب نہیں کرتے چنانچہ بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ فلاں گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ ہے۔ بعضے خطوط میرے پاس اسی مضمون کے آیا کرتے ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ اگر صغیرہ ہوگا تو کیا اوسکے کرنے کا ارادہ ہے البتہ صغیرہ پر جرأت کرنا اُس شخص کو زیبا ہے جو اسکی نظیر پر عمل کرکے دکھلا دے وہ یہ ہے کہ چھوٹی سی چنگاری اس شخص کے چھپّر پر رکھدی جاوے اگر کہا جاوے کہ وہ بڑھ جاویگی اور تمام چھپّر کو پھونکدیگی تو یہی ہم یہاں بھی کہینگے کہ جیسے وہ چھوٹی سی چنگاری پھونکنے کے لئے کافی ہے اسی طرح یہ چھوٹا گناہ بھی بڑھکر قصرِ ایمان کے پھونکنے کے لئے کافی ہے اِس لئے کہ تھوڑا سا گناہ کثیر کیطرف مفضی ہوجاتا ہے جیسے تماکو جب اول کھاتے ہیں تو بہت تھوڑا کھاتے ہیں رفتہ رفتہ وہ بڑھجاتا ہے پھر چھوٹتا نہیں ہمارے یہاں ایک مہمان آئے تھے چاء اسقدر پیتے تھے کہ اوسکی اوبلی ہوئی پتی بھی پی جاتے تھے۔ پس گناہ اگرچہ قلیل ہو مگر وہ کثیر کیطرف مفضی ہوجاتا ہے اسی بناء پر حدیث شریف میں آیا ہے

لعن اللہ السارق یسرق البیضۃ فتقطع یدہ ویسرق الحبل فتقطع یدہ یعنی اللہ چور پر لعنت کرے بیضہ چراتا ہے تو اوسکا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسّی چراتا ہے تو اوسکا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اِس حدیث کی شرّاح حدیث نے مختلف توجیہیں کی ہیں اس لئے کہ حبل اور بیضہ کے سرقہ میں کسی کے نزدیک قطع نہیں ہے اسلئے کہ ان چیزوں کی قیمت نصاب سرقہ کی برابر نہیں ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ بیضہ کے معنی متبادر نہیں ہیں بلکہ دوسرے معنی یعنے خود مراد ہے اور حبل سے کشتی کا لنگر مراد ہے کہ اوسکی قیمت قدر نصاب قطع کو پہنچ جاتی ہے۔ بعض نے اور توجیہات

کسی خیر کو حقیر نہ جانو اور نہ کسی شر کو حقیر سمجھو۔

کی ہیں ہمارے مولانا و استاذنا مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے اِس حدیث کے معنی نہایت لطیف
بیان فرمائے کہ اوسمیں کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے وہ یہ ہیں کہ قلیل کثیر کیطرف مفضی ہوجاتا ہے
اوّل بیضہ اور رسّی چورایا تھا پھر حوصلہ ہوا کہ بڑی چیز چورانے لگا حتیٰ کہ ہاتھ بھی کٹ گیا تو مطلب
یہ ہوا کہ چوری کی بھی کیا بُری اوقات ہے کہ اُس نے اوّل بیضہ چورایا تھا جسپر قطع کا شُبہ بھی نہ تھا مگر اوسکی
بدولت آج یہ نوبت آئی حاصل یہ ہے کہ چھوٹا گُناہ بڑھ کر بڑا ہوجاتا ہے اسی واسطے بزرگوں نے
فرمایا ہے انتم تخافون المعاصی ونحن نخاف الکفر یعنی کہ تم لوگ تو معاصی سے ڈرتے ہو اور ہم کفر سے
ڈرتے ہیں۔ اس لئے کہ گناہ کی سرحد کفر کیساتھ ملی ہوئی ہے رفتہ رفتہ کفر کی نوبت آجاتی ہے
چنانچہ آدمی اوّل جب گناہ کرتا ہے تو دل پر ظلمت ہوتی ہے پھر کرتا ہے تو اور زیادہ ظلمت ہوتی
ہے پھر بتدریج اسقدر ظلمت بڑھتی ہے کہ روکنے والے کیساتھ معاداۃ اور مضادۃ ہوجاتی ہے پھر
اُس گناہ کی بُرائی بالکل دل سے نکل جاتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ شر اگرچہ قلیل ہو اُس سے بچے اور
خیر بھی اگرچہ قلیل ہو اوسکو حقیر نہ سمجھے۔ ایک غلطی نئی قسم کی اہل باطن کو اولٹی ہوتی ہے اولٹی
میں نے اس لئے کہا کہ اہل ظاہر کی غلطی کا عکس ہے اسلئے کہ اونکی غلطی تو یہ ہے کہ اونکی نظر
دوسروں کے عیوب پر ہوتی ہے یہاں اِسکا برعکس ہے کہ اپنے واسطے تو کسی خیر پر نظر نہیں اپنے
کو سراپا عیوب سمجھتے ہیں اور دوسروں کو سراپا خیر جانتے ہیں۔ آپکو تعجب ہوگا کہ یہ تو بہت
اچھی صفت ہے لیکن ابھی معلوم ہوگا کہ اسمیں بھی ایک سخت غلطی ہے اِس مقام پر صفاتِ
حسنہ اور قبیحہ ہمرنگ ہیں ه

ف گناہ اور کفر کی سرحد ملی ہوئی ہے

بحر شیریں بحر تلخ و ہمعناں ۔۔۔ درمیاں شاں برزخ لا یبغیاں

یہاں گنگا اور جمنا دونوں ملکر چلتی ہیں یہ طریق باطن ایسا نازک راستہ ہے کہ اسمیں طاعت اور
معصیت دونوں دوش بدوش چلتی ہیں یہاں بڑے رہبر کامل کی ضرورت ہے جو حق و باطل
میں تفریق کردے۔ اسی مقام میں دیکھئے کہ اوّل تواضع پیدا ہوتی ہے وہ بڑھتے بڑھتے حدِ
کفران سے جاملتی ہے اگر مُرشد کامل نہ بتلادے تو وہ تواضع کفران میں یقیناً داخل ہوجاوے
اس لئے کہ جب ہر وقت اپنے عیوب پر ہی نظر ہوگی تو رفتہ رفتہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار
پیدا ہوجاوے گا۔ تواضع ایک حد تک تواضع ہے اُس سے آگے تجاوز ہوگا تو کفران ہوجاویگا

ف تواضع اگر حد سے متجاوز ہوگی تو کفران ہوجائیگا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اعمال خیر کے اندر دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو تو یہ ہے کہ یہ اعمال ہماری طرف منسوب ہیں اِس حیثیت سے اُنکو کمال نہ سمجھنا چاہیئے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ حقتعالیٰ کا عطیہ ہیں اس حیثیت سے اونکو نعمت الٰہیہ جانکر شکر کرنا چاہیئے۔ سالک کو اس مقام پر یہ غلطی ہوتی ہے کہ یا تو عجب کے اندر اسقدر بڑھتا ہے کہ ان اعمال کو اپنا کمال جانتا ہے یہ کبر اور عجب ہے یہ بھی مذموم ہے اور یا تواضع کے اندر اسقدر بڑھتا ہے کہ ہر پہلو سے اعمال کو حقیر سمجھتا ہے یہ ناشکری کا درجہ ہے۔ بہت لوگ ذکر و شغل کرتے ہیں جب اونکو کچھ سرسراہٹ معلوم نہیں ہوتا تو شیخ سے جاکر ناشکری کی باتیں کرتے ہیں کہ حضرت میں تو بالکل کورا ہوں یہ غضب کی چیز ہے یہ اسکو تواضع سمجھتا ہے حالانکہ ناشکری ہے کیا یہ تھوڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی بعض کہتے ہیں کہ ہماری کیا نماز ہے یہ شیطان کا ہتکھنڈہ ہے کہ اسکو تعطل سکھلاتا ہے اس لئے کہ جب یہ دیکھے گا کہ اس ذکر و شغل اور نماز کا کچھ اثر تو ہے نہیں رفتہ رفتہ چھوڑ دیگا ایسی تواضع تواضع نہیں ہے بلکہ یہ کفران اور ناشکری ہے اس تواضع پر مجھکو ایک حکایۃ یاد آئی۔ میں ایک مرتبہ الہ آباد سے آرہا تھا گاڑی میں کچھ نوتعلیم یافتہ حضرات کا بھی مجمع تھا کچھ دیر تک وہ آپسمیں علمی گفتگو کرتے رہے میں تو سو رہا پھر ایک ہندو وہاں آگیا اور وہ کوئی منصف تھا یہ لوگ آپسمیں شعر پڑھ رہے تھے اُس بچارے کی کمبختی آئی اُس نے ایک شعر کی نسبت یہ کہدیا کہ حضرت اس شعر کو ذرا پھر تو فرمائیے اِن لوگوں نے اسکو بنانا شروع کیا ایک نے کہا کیوں منصف صاحب آپ شاعر بھی ہیں اُس نے کہا نہیں دوسرے صاحب نے کہا کہ اعادہ شعر کا کرانا سخن فہمی پر موقوف ہے اور سخن فہمی سخن گوئی پر تو آپ شاعر ضرور ہیں اُس نے کہا کہ میں تو شاعر نہیں کہنے لگے کہ جناب یہ تو آپکی تواضع ہے تیسرا بولا آہا آپکا تخلص تو مسکیں ہے ایک نے کہا کہ کیا یہ شعر آپکا ہی ہے ؎

مسکیں خر گرچہ بے تمیز ست	چوں بار ہمی برد عزیز ست

اور مجھسے بار بار عذر کرتے ہیں کہ مولانا معاف فرمائیے راستہ بدون اسکے کٹتا نہیں اس کے بعد اونھوں نے کھانا نکالا اور منصف صاحب سے کہا کہ جناب آئیے آپ بھی کچھ گوہ موت کھا پی لیجئے۔ ایک نے کہا ہائیں کھانے کی یہ بے ادبی جواب دیا کہ بے ادبی نہیں ہے تواضع ہے کیونکہ اپنے کھانے کو کھانا کہنا بھی تکبر ہے اسلئے تواضعاً ہم اوسکو گوہ موت کہتے ہیں۔ پس جیسے اِن لوگوں کی تواضع ہے

تواضع پر ایک حکایت

ایسی ہی بعض تواضع کفران میں داخل ہو جاتی ہے بعض کا کفران ہونا تو جلی ہے بعض کا خفی ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں جو مرید عرض کرتا کہ حضرت ذکر و شغل سے کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا تو حضرت فرماتے کہ کیا یہ نفع نہیں ہے کہ خدا کا نام لیتے ہو۔ ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ اللہ اللہ کیا کرتا تھا ایکروز اوسکو شیطان نے بہکایا کہ تو اتنے دنوں سے اللہ اللہ کرتا ہی اور اُدھر سے نہ پیام ہے نہ جواب ہے اِس سے کیا نفع ہے اُس نے اُس روز ذکر چھوڑ دیا۔ خضر علیہ السلام خواب میں آئے اور کہا کہ حقتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آج تو نے ہمارا ذکر نہیں کیا کہا کہ حضرت اتنے دنوں سے ذکر کرتا ہوں اُدھر سے نہ جواب ہے نہ پیام ہے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تیرا اللہ اللہ کہنا ہی تو ہمارا جواب ہے ٥

گفت آں اللہ تو لبیک ماست	وین نیاز و سوز و دردت پیک ماست

دوبارہ توفیق ذکر کی دلیل قبول عمل ہے

ہمارے حضرت قبلہ پیر و مرشد علیہ الرحمۃ نے اسکی یہ شرح فرمائی ہے کہ دیکھو اگر تمھارے پاس آکر اگر کوئی تمھارا نام لینے لگے یا تمھاری کوئی مدح کرنے لگے تو اگر تم اُس سے راضی ہو گے تو اوسکو منع نکرو گے اور دوسرے وقت بھی اوسکو اپنے پاس آنیکی اجازت دو گے اور اگر ناراض ہو گے تو فوراً نوکر کو کہو گے کہ اسکو نکالدو اسی طرح سمجھو کہ خدا کے دربار میں حاضر ہونا بغیر توفیقِ حق اور بدون رضا نہیں پس تمکو جو توفیق بار بار حاضری کی اور نام لینے کی دیتے ہیں یہ بیّن دلیل ہے اسکی کہ تم مقبول ہو اور تمھارا عمل مقبول ہے اور اگر مردود ہوتے تو دوبارہ ہرگز توفیق حاضری کی نہوتی جیسے حکایت مشہور ہے کہ ایک قصائی کا بچھڑا مسجد میں گھس آیا مسجد کا مُلّا ملامت کرنے لگا کہ کیسے لوگ ہیں کہ جانوروں کو کھولدیتے ہیں وہ مسجد میں گھس آتے ہیں تو وہ قصائی کہتا ہے کہ میاں کیوں بک بک لگائی ہے جانور بے سمجھ تھا چلا آیا کبھی ہمکو بھی دیکھا ہے۔ سچ یہ ہے کہ بغیر اونکی توفیق کے اونکے دربار میں حاضری نہیں ہو سکتی۔ ایک غلام اور آقا بازار میں جارہے تھے غلام نمازی تھا نماز کا وقت آگیا غلام نے کہا کہ میں مسجد میں نماز پڑھ آؤں آقا نے اجازت دی اوسنے جاکر مسجد میں نماز پڑھی اور نماز کے بعد وظیفہ میں مشغول ہو گیا اور بہت دیر ہو گئی آقا نے آواز دی کہ آؤ غلام نے کہا کہ آنے نہیں دیتا آقا نے کہا کہ کون آنے نہیں دیتا غلام نے کہا کہ جو تمکو اندر نہیں آنے دیتا فی الحقیقت جسکو چاہتے ہیں ہدایت فرماتے ہیں

غلام نمازی اور آقا بے نمازی کی حکایت

بغیر اونکی عنایت کے کچھ نہیں ہوتا ؎

بے عنایات حق وخاصان حق	گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

پس دوبارہ جو نام اللہ کا لیا جاتا ہے یہ دلیل ہے اسکی کہ پہلا نام لیا ہوا مقبول ہو اور یہی اوسطرف سے لبیک ہو پس اب گفت آن اللہ تو لبیک ماست کے معنی خوب واضح ہوگئے اور اے حضرات بندہ کو تو یہ خیال بھی نہ آنا چاہئے کہ مقبول ہوا یا نہیں بندہ کا کام تو ہر حال بندگی کا ہے ہمارے حضرت اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم	حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

حضرت سرمد اسی شکایت کے بارہ میں حالانکہ مجذوب ہیں مگر کیا اچھا جواب ارشاد فرماتے ہیں ؎

سرمد گلہ اختصار مے باید کرد	یک کار ازیں دو کار مے باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد	یا قطع نظر زیار مے باید کرد

افسوس ہے کہ اگر دنیا کا کوئی مقدمہ ہوتا ہے تو اوسمیں ناکامی سے سعی سے بیٹھ نہیں رہتے اگر سہارنپور میں کامیابی نہیں ہوتی تو الہ آباد پہونچتے ہیں وہاں بھی اگر ہار گئے تو لندن تک اپیل کرتے ہو غرض چھوڑتے نہیں اور خدائے تعالے کی طلب میں تھوڑی سی سعی کے بعد دل توڑتے ہو حضرت عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

فراق و وصل چہ باشد رضای دوست طلب	کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

کتنی ہی بے مزگی ہو اور کسیقدر بے لطفی ہو پریشان مت ہو برابر کام کئے جاؤ دھن لگائے رکھو اور یہاں یہ تو سمجھو کہ کیا خدا کا تم پر اتنا بھی حق نہیں کہ وہ تمکو آزمائے کہ دیکھوں میرا بندہ ہے یا طالب لذت ہے بندہ کو چاہئے کہ طالب مولی ہو ؎

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش	بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

پس خلاصہ یہ ہے کہ اپنی خیر کو اس حیثیت سے مت دیکھو کہ تمھاری طرف منسوب ہو بلکہ اس حیثیت سے نظر کرو کہ حقتعالی کیطرف سے ہو اور یہ سمجھو کہ میں تو اسکی لائق بھی نہ تھا اگر غور کرو تو واقعی ہم کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے عطا ہی عطا ہے ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود	لطف تو ناگفتہ ما مے شنود

ثمرات کا طالب تو وہ ہوتا ہے جو اپنے کو اس الحمد للہ کرنے سے زیادہ کا مستحق جانتا ہو اور جبکہ ہم اس کے قابل بھی نہ تھے تو اسپر حقتعالیٰ کا شکر کرنا چاہیئے اور مواجید و حالات کے ہرگز طالب نہ ہونا چاہیئے ان مواجید کے بارہ میں مولانا فرماتے ہیں ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست
تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

پس ہمارے نماز روزہ کے اندر دو حیثیتیں ہیں جس حیثیت سے ہمارا عمل ہے کوئی شے نہیں ہے اور جس اعتبار سے خدائے تعالیٰ کیطرف نسبت ہے بڑی بھاری نعمت ہے اور قابل شکر کے ہے بلکہ خود تمھاری ذات کے اندر بھی یہی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت یہ ہے کہ تم اپنے ہو اس حیثیت سے اپنے کو فنا کرو اور اس حیثیت سے کہ سرکاری چیز ہو اپنی حفاظت کرو دیکھو اگر سرکار سے کوئی گھوڑا یا ہاتھی حفاظت کے لیئے ہمکو ملے تو اوسکی کسقدر حفاظت کرتے ہیں اسی طرح تمھاری جان تمھاری نہیں ہے سرکاری چیز ہے اس حیثیت سے اوسکی حفاظت کرو اور اپنی ملکیت کا دعویٰ نکرو ورنہ سرکاری غاصب اور سارق بنجاؤگے عجیب تعلیم ہے تم نے بزرگوں سے صرف نفس کُشی سُنی ہوگی مگر اس حیثیت سے یہاں نفس پروری کی بھی تعلیم ہو رہی ہے چنانچہ ارشاد ہے ان لنفسک علیک حقا و لجسدک علیک حقا و ان لعینیک علیک حقا یعنی زیادہ محنت مت کرو مر جاؤگے اور اسکا جرم تم پر عائد ہوگا اس لیئے کہ تم اپنے نہیں ہو سرکاری چیز ہو اپنے کو ضائع مت کرو یہی وجہ ہے کہ جب عارف کو اس حیثیت پر نظر ہوتی ہے تو اوسکو اپنی ذات سے بھی محبت ہو جاتی ہے چنانچہ ایک عارف کہتے ہیں ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
اُفتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہردم ہزار بوسہ زنم دست خویش را
کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

یہ ہے معرفت واقعیہ کہ جہاں ہمکو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہونچایا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی ذات کی جو اپنی طرف نسبت ہے اوسکو فنا کرو اور خالق کیطرف منسوب ہونیکی حیثیت کیطرف نظر کرکے اپنی حفاظت کرو بعضے لوگوں سے جب پوچھا جاتا ہے کہ نماز پڑھتے ہو تو کہتے ہیں کہ اجی میں کیا میری نماز کیا یہ مت کہو بلکہ اسطرح کہو کہ میں کیا چیز ہوں مگر بحمد اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے اسی واسطے کہا ہے کہ محقق جامع بین الاضداد ہوتا ہے دیکھو اسطرح جواب دینے سے نماز کا بھی اظہار ہو گیا کہ وہ نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عنایت فرمائی ہے اور عُجب کا بھی احتمال نہ رہا جامع الاضداد

محقق جامع بین الاضداد ہوتا ہے

ہونے پر ایک حکایت یاد آئی اکثر تبہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ یہ مضمون بیان فرمارہے تھے کہ بلا بھی نعمت ہوتی ہے ایک شخص حاضر ہوا اوسکا ہاتھ گلکر سٹر گیا تھا اور گلے میں رومال باندھکر اوسمیں ہاتھ ڈال رکھا تھا اُس نے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھکو شفا عطا فرماوے ہم لوگ طالبعلم تھے ہمکو احتمالات پیدا ہوئے کہ اس موقع پر حضرت کیا جواب دینگے اگر دعا کرینگے تو ابھی بیان فرمارہے تھے کہ بلا بھی نعمت ہے تو اُس تحقیق کے خلاف ہوگا اور اگر دعا نکرینگے تو ایک سائل کی حاجت روائی نہوئی۔ حضرت نے ایک عجیب مضمون سے دعا فرمائی مضمون یہ تھا کہ اے اللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ بلا بھی نعمت ہے مگر ہم لوگ اپنے ضعف کیوجہ سے اِس نعمت کی برداشت نہیں کرسکتے پس اے اللہ اس نعمت کو نعمتِ شفا سے مبدل فرمادے سبحان اللہ کیا مضمون ہے بلا کے نعمت ہونیکو بھی محفوظ رکھا اور دعا بھی فرمائی حضرات یہ ہیں علوم کہ اللہ تعالیٰ نے اِن حضرات کو عطا فرمائے ہیں اسی واسطے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا کوئی بزرگی کیوجہ سے معتقد ہوا کوئی کسی وجہ سے کوئی کسی وجہ کر میں تو علم کیوجہ سے معتقد ہوا ہوں۔ پس معرفت اور شکر کا مقتضے یہ ہے کہ کسی پہلو کو فروگذاشت نکرے مثلاً کوئی پوچھے کہ تہجد پڑھا تھا تو یہ نہ کہے کہ اجی ہمارا کیا تہجد بلکہ یہ کہے کہ اللہ کا شکر ہے پڑھا تھا اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تھی یا مثلاً بیمار ہیں کسی نے پوچھا کہ کیسی طبیعت ہے تو بعض لوگ تکلف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا ہوں یہ جواب عبدیت کے خلاف ہے بلکہ پورا حال بیان کرنا چاہیے کہ آج بخار ہے کل سے کم ہے یا زیادہ ہے اللہ تعالیٰ سے دعائے شفا کرو یہ کیا واہیات ہے کہ ایک شخص تو تمھارا حال دریافت کرتا ہے اور دردمندی ظاہر کرتا ہے اور تم اُس سے ظاہر نہیں کرتے یہ سب چھچھورپن کی باتیں ہیں خلاصہ بیان کا یہ ہے کہ خیر اگرچہ قلیل ہو حقیر سمجھکر اوسکو چھوڑو مت اور شر بھی اگرچہ قلیل ہو اوسکا ارتکاب نکرو اسوقت اِس آیت کے فہم کے متعلق اسیقدر غلطیاں یاد آئیں امید ہے کہ اسیقدر بیان سے اکثر غلطیوں کی اصلاح ہوگئی ہوگی۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمکو ہر شر اور معصیت سے اگرچہ وہ کم درجہ کی ہو بچاوے اور خیر اگرچہ کسی درجہ کی ہو اوسکی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

الحمد للہ کہ سلسلہ حسن الموعظت کا دوسرا وعظ ملقب بہ عمل الذرہ ختم ہوا۔ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

ملنے کا پتہ۔ مولوی فضل اللہ و علی زین العابدین۔ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر مدرسہ امداد العلوم۔ قیمت کاغذ سفید ولائتی۔ ۳/ خاکی ۲/